اُسوۂ حُسینی

یعنی

شہیدِ کربلا

جگر گوشۂ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت حسین رضی اللہ عنہ
اور اُن کے اصحاب کا واقعۂ شہادت اور مسلمانوں کے لئے

دعوتِ فکر وعمل

از افادات : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح

دار الاشاعت

اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

فہرست مضامین

دعوتِ فکر و عمل

جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک مظلومانہ شہادت پر تو زمین و آسمان روئے، جنات روئے جنگل کے جانور متاثر ہوئے۔ انسان اور پھر مسلمان، تو ایسا کون ہے جو اس کا درد محسوس نہ کرے۔ یا کسی زمانہ میں بھول جائے، لیکن شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی روح مقدس درد و غم کا رسمی مظاہرہ کرنے والوں کی بجائے ان لوگوں کو ڈھونڈتی ہے جو اُن کے درد کے شریک اور مقصد کے ساتھی ہوں، اُن کی خاموش مگر زندہ جاوید زبانِ مبارک مسلمانوں کو ہمیشہ اس مقصدِ عظیم کی دعوت دیتی رہتی ہے جس کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے چین ہو کر مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کوفہ جانے کے لیے مجبور تھے، اور جس کے لیے اپنے سامنے اپنی اولاد اور اپنے اہلِ بیت کو قربان کر کے خود قربان ہو گئے۔

واقعۂ شہادت کو اوّل سے آخر تک دیکھئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطوط اور خطبات کو غور سے پڑھیے، آپ کو معلوم ہو گا کہ مقصد یہ تھا:۔

○ کتاب و سنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دینا۔

- اسلام کے نظامِ عدل کو از سرِ نو قائم کرنا۔
- اسلام میں خلافتِ نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کے مقابلہ میں مسلسل جہاد،
- حق کے مقابلہ میں زور زر کی نمائشوں سے مرعوب نہ ہونا،
- حق کے لیے اپنا جان و مال اور اولاد سب قربان کر دینا،
- خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں نہ گھبرانا، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اسی پر توکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

کوئی ہے جو جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کربلا، شہید جور و جفا کی اس پکار کو سنے اور ان کے مشن کو ان کے نقشِ قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہو، ان کے اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبتِ کاملہ اور اتباعِ کامل نصیب فرما،
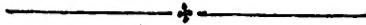
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یزل ولا یزال حیًّا قیومًا سمیعًا بصیرًا والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ الذی ارسلہ شاھدًا ومبشرًا وسراجًا منیرًا وعلیٰ نجوم الھدیٰ اھل بیتہ واصحابہ الذین نوّروا تنویرًا۔

سیّد شباب اہل الجنۃ ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ اور ان کے اصحاب کی مظلومانہ درد انگیز شہادت کا واقعہ کچھ ایسا نہیں جس کو بھلایا جاسکے، نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان اس سے اپنے دل میں ایک درد محسوس کرنے پر مجبور ہے اور اسمیں اہلِ نظر کے لیے بہت سی عبرتیں اور نصائح ہیں اس لیے اس واقعہ کے بیان میں سیکڑوں بلکہ شاید ہزاروں کی تعداد میں مفصل و مختصر کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں، لیکن اُن میں بکثرت ایسے رسائل ہیں جن میں صحیح روایات اور مستند کتب سے مضامین لینے کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس لیے زمانہ دراز سے بعض احباب کا تقاضا تھا کہ اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا جائے مگر مشاغل سے فرصت نہ تھی، اس وقت اتفاقًا ایک مختصر مضمون "اُسوۂ حسینی" لکھنے کے قصد سے قلم اٹھایا، مگر واقعہ کے تسلسل نے بہت اختصار پر قائم نہ رہنے دیا اور یہ ایک مستقل رسالہ بن گیا جس میں اُن حضرات کی خواہش کی بھی تکمیل ہوگئی، فللہ الحمد وھو ولی التوفیق۔ ربنا تقبل منا انّک انت السمیع العلیم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

لیلۃ العاشوراء من ۱۳۷۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ

یوں تو دنیا کی تاریخ کا ہر ورق انسان کے لیے عبرتوں کا مرقع ہے خصوصًا اس کے اہم واقعات تو انسان کے ہر شعبۂ زندگی کے لیے ایسے اہم نتائج سامنے لاتے ہیں، جو کسی دوسری تعلیم و تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی لیے قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ قصص اور تاریخ پر مشتمل ہے، قرآن مجید نے تاریخ کو تاریخ کی حیثیت یا کسی قصہ و افسانہ کی صورت سے مدوّن و مرتب شکل میں پیش نہیں کیا، اس میں یہی اشارہ ہے کہ تاریخ خود اپنی ذات میں کوئی مقصد نہیں، بلکہ وہ نتائج ہیں جو تاریخ اقوام اور ان میں پیش آنے والے واقعات سے حاصل ہوتے ہیں، اس لیے قرآنِ کریم نے قصص کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نتائج کے لیے پیش فرمائے ہیں۔

سیدنا و سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعۂ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے، بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی اُس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اس میں ایک طرف ظلم و جور اور سنگدلی اور بے حیائی و محسن کشی کے ایسے ہولناک اور حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کو ان کا تصور بھی دشوار ہے، اور دوسری طرف آلِ اطہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ اور اُن کے ستر بہتر ۷۲ متعلقین کی چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ پر جہاد اور اس پر ثابت قدمی اور قربانی اور

جاں نثاری کے ایسے محیّر العقول واقعات ہیں جن کی نظیر تاریخ میں ملنا مشکل ہے، اور ان دونوں میں آنے والی نسلوں کے لیے ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

واقعہ شہادت جب سے پیش آیا اس وقت سے لے کر آج تک اس پر علاوہ مفصل کتب تاریخ کے مستقل کتابیں اور رسالے ہر زبان میں بے شمار لکھے گئے، لیکن ایسے وقائع جن سے عوام و خواص کا دلی تعلق ہو اس میں غلط سلط روایات کی آمیزش کچھ مستبعد نہیں، میں نے اس زیر نظر رسالہ میں اس کی کوشش کی ہے کہ غیر مستند[1] روایت نہ آنے پائے۔

اس کا اصل متن تاریخ کامل ابن اثیر ہے جو عزیز الدین ابن اثیر جزری کی تصنیف اور کتب تاریخ میں ہر طبقہ میں مقبول و مستند مانی گئی ہے،

دوسری کتب، تاریخ طبری، تاریخ الخلفا۔ اسعاف الراغبین وغیرہ اور عام کتب حدیث سے بھی اقتباسات لیے گئے ہیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔

یہ واقعات ایک دریائے خون ہے جس میں داخل ہونا آسان نہیں۔ ان واقعات کے لکھنے اور دیکھنے سننے کے لیے بھی جگر تھام کر بیٹھنا پڑتا ہے میں مختصر طور پر ان کو پیش کر رہا ہوں۔ واللہ ولی التوفیق۔

---

[1] لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تاریخ کی مستند روایات بھی تاریخ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں مستند تاریخ کا بھی وہ درجہ نہیں ہوتا جو مستند و معتبر احادیث کا کہ ان پر احکام عقائد اور حلال و حرام کی بنیاد ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے نقاد حدیث کی تاریخ کبیر و صغیر کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا ہے ۱۲ محمد شفیع

خلافتِ اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ

حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اس میں منافقین کی سازشیں، بھولے بھالے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے واقعات پیش آتے ہیں، مسلمانوں کے آپس میں تلوار چلتی ہے، مسلمان بھی وہ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔

خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہ رض پر پہنچتا ہے تو حکومت میں خلافتِ راشدہ کا وہ مثالی رنگ نہیں رہتا جو خلفائے راشدین کی حکومتوں کو حاصل تھا معاویہؓ کو مشورہ دیا جاتا ہے، کہ زمانہ سخت فتنہ کا ہے، آپ اپنے بعد کے لیے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے، اور خلافتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے، باقتضاء حالات یہاں تک کوئی نامعقول یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی،

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کیلئے پیش کیا جاتا ہے، کوفہ سے چالیس مسلمان ——— آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہؓ سے اس کی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے زیادہ کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا، اس کے لیئے بیعتِ خلافت لی جائے، حضرت معاویہ رض کو شروع میں کچھ تامل بھی ہوتا ہے، اپنے مخصوصین سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا ہے،

کوئی موافقت میں رائے دیتا ہے کوئی مخالفت میں یزید کا فسق و فجور بھی اس وقت تک کھلا نہیں تھا، بالآخر بیعتِ یزید کا قصد کر لیا جاتا ہے،

اسلام پر بیعت یزید کا حادثہ

شام و عراق میں معلوم نہیں کس کس طرح ــــــ لوگوں نے یزید کے لیے بیعت کا پرچار کیا، اور یہ شہرت دی گئی کہ شام و عراق کوفہ و بصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے،

اب حجاز کی طرف رخ کیا گیا حضرت معاویہ رض کی طرف سے امیر مکّہ و مدینہ کو اس کام کے لیے مامور کیا گیا، مدینہ کا عامل مروان تھا، اس نے خطبہ دیا، اور لوگوں سے کہا کہ امیرالمومنین معاویہ رض ابوبکر رض و عمر رض کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض کھڑے ہوئے، اور کہا کہ یہ غلط ہے، یہ ابوبکر رض و عمر رض کی سنت نہیں بلکہ کسریٰ و قیصر کی سنت ہے، ابوبکر رض و عمر رض نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی، اور نہ اپنے کنبہ و رشتہ میں۔

حجاز کے عام مسلمانوں کی نظریں اہل بیت اطہار پر لگی ہوئی تھیں خصوصاً حضرت حسین رض ابن علی رض پر جن کو وہ بجا طور پر حضرت معاویہ رض کے بعد مستحق خلافت سمجھتے تھے ہ وہ اس میں حضرت حسین رض حضرت عبداللہ بن عمر رض عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض عبداللہ بن زبیر رض عبداللہ ابن عباس رض کی رائے کے

منتظر تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

ان حضرات کے سامنے اوّل تو کتاب وسنت کا یہ اصول تھا کہ خلافتِ اسلامیہ خلافتِ نبوت ہے اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔ دوسرے انکی نگاہ میں یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے، کہ اس کو تمام ممالک اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے، ان حضرات نے اس تجویز کی مخالفت کی، اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر ہی رہے، اسی حق گوئی اور حمایت حق کے نتیجہ میں مکہ و مدینہ میں دار ورسن اور کوفہ و کربلا میں قتلِ عام کے واقعات پیش آئے۔

حضرت معاویہ رضؓ مدینہ میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ۵۱ھ میں حجاز کا سفر کیا مدینہ طیبہ تشریف لائے، ان سب حضرات سے نرم وگرم گفتگو ہوئی۔ سب نے کھلے طور پر مخالفت کی،

امّ المومنین حضرت عائشہ

امیر معاویہؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت اور انکی نصیحت کے پاس تشریف لے گئے، اور ان سے یہ شکایت کی کہ یہ حضرات میری مخالفت کرتے ہیں، ام المومنینؓ نے ان کو نصیحت کی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ان پر جبر کرتے ہیں اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں، آپ کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے، حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، وہ حضرات

میرے نزدیک واجب الاحترام ہیں، میں ایسا نہیں کر سکتا، لیکن بات یہ ہے کہ شام و عراق اور عام اسلامی شہروں کے باشندے یزید کی بیعت پر متفق ہو چکے ہیں، بیعت خلافت مکمل ہو چکی ہے، اب یہ چند حضرات مخالفت کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتلائیے کہ مسلمانوں کا کلمہ ایک شخص پر متفق ہو چکا ہے اور ایک بیعت مکمل ہو چکی ہے، کیا میں اس بیعت کو مکمل ہونے کے بعد توڑ دوں؟

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ تو آپ کی رائے ہے آپ جانیں، لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ ان حضرات پر تشدد نہ کیجیے، احترام و رفق کے ساتھ ان سے گفتگو کیجیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا (ابن کثیر)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ کے زمانہ میں یہ محسوس کرتے تھے کہ ہمیں مجبور کیا جائے گا، اس لیے مع اہل و عیال مکہ مکرمہ پہنچ گئے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ میں

مدینہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں اول حضرت عبداللہ بن عمر کو بلایا اور فرمایا:۔

"اے ابن عمر! تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات ایسی گزارنا پسند نہیں جس میں میرا کوئی امیر نہ ہو، میں نے اس امر کے پیش نظر اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لے لی ہے

کہ میرے بعد مسلمانوں میں افراتفری نہ پھیلے، سب مسلمان اس پر متفق ہو گئے، تعجب ہے کہ آپ اختلاف کرتے ہیں، میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے جمع شدہ نظم کو مختل نہ کریں اور فساد نہ پھیلائیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ :

آپ سے پہلے بھی خلفاء تھے اور ان کے بھی اولاد تھی، آپ کا بیٹا کچھ ان کے بیٹوں سے بہتر نہیں ہے، مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ رائے قائم نہیں کی جو آپ اپنے بیٹے کیلئے کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔

آپ مجھے تفریق ملت سے ڈراتے ہیں، سو آپ یاد رکھیں کہ میں تفرقہ بین المسلمین کا سبب ہرگز نہ ہوں گا، میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں، اگر سب مسلمان کسی راہ پر پڑ گئے تو میں بھی ان میں شامل ہوں گا،، (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے اس معاملہ میں گفتگو فرمائی، انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ میں کبھی اس کو قبول نہیں کروں گا۔

پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر خطاب کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

اجتماعی طور پر معاویہؓ کو صحیح مشورہ

اس کے بعد حضرت حسین رضؓ بن علی رضؓ اور عبداللہ ابن زبیر وغیرہ خود جاکر حضرت معاویہؓ سے ملے، اور ان سے کہا کہ آپ کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کے لیے بعیت پر اصرار کریں، ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں، جو آپ کے پیشروؤں کی سنت ہے۔

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کے لیے کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی رائے عامہ پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابوبکر رضؓ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ اُن کے خاندان کا ہے، نہ اُن کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے، اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمر رضؓ نے کی، کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔

اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے، نہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، مگر حضرت معاویہ رضؓ کو اپنی اس رائے پر اصرار رہا کہ اب تو یزید کے ہاتھ پر بعیت مکمل ہو چکی ہے، اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔

سادات اہلِ حجاز کا بیعتِ یزید سے انکار

حضرت امیر معاویہ رضؓ کی زندگی میں تو یہ معاملہ یہیں تک رہا کہ شام و عراق کے تو عام لوگوں نے یزید کی بیعت کو قبول کر لیا، اور دوسرے حضرات نے جب یہ دیکھا کہ یزید پر مسلمانوں کی بڑی تعداد مجتمع ہو گئی، تو بحالت مجبوری انہوں نے بھی مسلمانوں کو انتشار اور تفرقہ سے بچانے کے لیے اس کی بیعت قبول کر لی، مگر اہل مدینہ اور خصوصاً حضرت حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ بیعت یزید سے انکار پر ثابت قدم رہے اور کسی کی پروا کیے بغیر حق بات کا اعلان کرتے رہے، کہ یزید ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو خلیفۃ المسلمین بنایا جائے، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضؓ کی وفات ہو گئی، اور یزید بن معاویہ رضؓ نے ان کی جگہ لے لی۔

حضرت معاویہ رضؓ کی وفات اور وصیّت

وفات سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کچھ وصیتیں فرمائیں، ان میں ایک یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ اہلِ عراق حسینؓ کو تمہارے مقابلہ پر آمادہ کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو اور مقابلہ میں تم کامیاب ہو جاؤ تو ان سے درگذر کرنا۔ اور ان کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا احترام کرنا، ان کا سب مسلمانوں پر بڑا حق ہے (تاریخ کامل ابن اثیر، صفحہ ا جلد ۴)

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے تخت خلافت پر آتے ہی والیِ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حضرت حسین رضؓ اور عبداللہ بن عمر رضؓ عبداللہ بن زبیر رضؓ کو بیعتِ خلافت پر مجبور کرے، اور ان کو اس معاملہ میں مہلت نہ دے۔ ولید کے پاس جب یہ خط پہنچا تو فکر میں پڑ گیا، کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح کرے، مروان بن حکم جو اُن سے پہلے والیِ مدینہ رہ چکا تھا اس کو مشورہ کے لیے بلایا، اس نے مشورہ دیا کہ ابھی تک حضرت امیر معاویہ رضؓ کی وفات کی خبر مدینہ میں شائع نہیں ہوئی، مناسب یہ ہے کہ ان لوگوں کو فوراً بلا لیا جائے، اگر وہ یزید کے لیے بیعت کر لیں تو مقصد حاصل ہے، ورنہ سب کو وہیں قتل کر دیا جائے،

ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو حضرت حسین رضؓ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ کے پاس بلانے کے لیے بھیجا، اس نے ان دونوں حضرات کو مسجد میں پایا۔ اور امیر مدینہ ولید کا حکم پہنچا دیا، دونوں نے کہا تم جاؤ ہم آتے ہیں، اس کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ نے حضرت حسین رضؓ سے کہا کہ یہ وقت امیر کی مجلس کا نہیں ہے، اس وقت ہمیں بلانے میں کوئی خاص راز ہے، حضرت حسین رضؓ اپنی ذکاوت سے پوری بات سمجھ گئے تھے، فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہؓ کا انتقال ہو گیا ہے، اور اب وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں میں ان کے انتقال کی خبر مشہور ہونے سے پہلے وہ ہمیں یزید کی بیعت پر مجبور کریں، عبداللہ بن زبیر رضؓ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ پھر اب کیا رائے ہے؟

حضرت حسین رضؓ نے فرمایا کہ میں جاکر اپنے نوجوانوں کو جمع کر لیتا ہوں، اور پھر ان کو ساتھ لے کر ولید کے پاس پہنچتا ہوں، میں اندر جاؤں گا، اور نوجوانوں کو دروازہ پر چھوڑ جاؤں گا، کہ کوئی ضرورت پڑے تو میں ان کی امداد حاصل کر سکوں، اس قرارداد کے مطابق حضرت حسینؓ ولید کے پاس پہنچے، وہاں مروان بھی موجود تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد اوّل تو ولید اور مروان کو نصیحت کی کہ تم دونوں میں پہلے کشیدگی تھی، اب میں آپ دونوں کو مجتمع دیکھ کر خوش ہوا، اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار رکھے، اس کے بعد ولید نے یزید کا خط حضرت حسینؓ کے سامنے رکھ دیا، جس میں حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر اور اپنی بیعت کا تقاضا تھا، حضرت حسینؓ نے معاویہؓ کی وفات پر اظہار غم و افسوس کیا اور بیعت کے متعلق یہ فرمایا کہ میرے جیسے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ خلوت میں پوشیدہ طور پر بیعت کر لوں، مناسب یہ ہے کہ آپ سب کو جمع کریں، اور بیعت خلافت کا معاملہ سب کے سامنے رکھیں، اس وقت میں حاضر ہوں گا، جو کچھ ہو گا سب کے سامنے ہو جائے گا، ولید ایک عافیت پسند انسان تھا، اس بات کو قبول کر کے حضرت حسین رضؓ کو واپسی کی اجازت دے دی، مگر مروان نے ان کے سامنے ہی کہا کہ اگر حسینؓ اس وقت تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کبھی تمہیں ان پر قدرت نہ ہو گی، میرا خیال یہ ہے کہ آپ اُن کو روک لیں اور جب تک بیعت نہ کریں جانے نہ دیں، ورنہ قتل کر دیں، حضرت حسینؓ نے مروان کو سخت جواب دیا کہ تو کون

ہوتا ہے جو ہمیں قتل کرائے، اور یہ فرما کر وہاں سے نکل آئے۔

مروان نے ولید کو ملامت کی کہ تو نے موقع ضائع کر دیا، ولید نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے ساری دنیا کی سلطنت اور دولت بھی اگر اس کے بدلے میں ملے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروں تو میں اس کے لیے تیار نہیں قیامت کے روز حسین کے خون کا مطالبہ جس کی گردن پر ہو وہ نجات نہیں پا سکتا۔

حضرت حسین اور حضرت ابن زبیرؓ مکہ چلے گئے

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اپنے بھائی جعفرؓ کو ساتھ لے کر راتوں رات مدینہ سے نکل گئے، جب وہ تلاش کرنے پر ہاتھ نہ آئے تو حضرت حسینؓ کا تعاقب کیا، حضرت حسینؓ نے بھی یہی صورت اختیار کی کہ اپنی اولاد اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے نکل گئے، اور دونوں مکہ مکرمہ پہنچ کر پناہ گزیں ہو گئے، یزید کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ولید بن عتبہ کی سستی پر محمول کر کے ان کو معزول کر دیا، ان کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو امیر مدینہ بنایا۔ اور ان کی پولیس کا افسر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے بھائی عمرو کو بنایا، کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ان دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف عمرو بن زبیر عبد اللہ بن زبیرؓ کی گرفتاری میں کوتاہی نہ کرے گا،

گرفتاری کے لیے فوج کی روانگی

عمرو بن زبیر نے پہلے تو رؤسا مدینہ میں جو لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی تھے ان سب کو بلا کر سخت تشدد کیا، اور مار پیٹ کے ذریعہ اُن پر رعب جمانا چاہا اس کے بعد بمشورہ عمرو بن سعید دو ہزار جوانوں کا لشکر لے کر حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی گرفتاری کے لیے مکّہ مکرمہ روانہ ہوا، ابو شریح خزاعی نے عمرو بن سعید کو اس حرکت سے روکا کہ مکّہ مکرمہ میں قتل و قتال جائز نہیں، جو لوگ حرم مکہ میں پناہ گزین ہیں ان کو گرفتاری کے لیے بھیجنا خدائے تعالیٰ کی حدود کو توڑنا ہے، مگر عمرو بن سعید نے ان کی بات نہ مانی، اور حدیث بتاویلیں کرنے لگا، (صحیح بخاری) عمرو بن زبیر دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گیا، اور مکّہ سے باہر قیام کر کے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آدمی بھیجے کہ مجھے یزید کا یہ حکم ہے کہ تمہیں گرفتار کروں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مکۂ مکرمہ کے اندر قتال ہو، اس لیے تم خود کو میرے حوالے کر دو عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے چند نوجوانوں کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا جنہوں نے اس کو شکست دی، اور عمرو بن زبیرؓ نے ابن علقمہ کے گھر میں پناہ لی، دوسری طرف جب حضرت حسینؓ مدینہ سے نکلے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیع ملے، دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں، فرمایا اس وقت تو مکہ مکرمہ کا قصد ہے، اس کے بعد میں استخارہ کروں گا، کہ کہاں جاؤں، عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں ایک خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں۔ کہ آپ مکہ ہی میں رہیں، خدا کے لیے آپ کوفہ کا رخ نہ کریں،

وہ بڑا منحوس شہر ہے، اس میں آپ کے والد ماجد قتل کیے گئے، اور آپ کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا، حضرت حسینؓ مکہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے، اور اطراف کے مسلمان ان کی خدمت میں آنے جانے لگے،

اہلِ کوفہ کے خطوط

ادھر جب اہل کوفہ کو حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر ملی اور یہ کہ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ نے بیعتِ یزید سے انکار کر دیا، تو کچھ حضرات شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ ہم بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار نہیں، آپ فوراً کوفہ آ جائیے، ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، یزید کی طرف سے کوفہ کے امیر جو حضرت نعمان ابن بشیرؓ ہیں انکو یہاں سے نکال دیں گے۔

اس کے دو روز بعد اسی مضمون کا ایک اور خط لکھا، اور دوسرے خطوط حضرت حسینؓ کے پاس بھیجے جس میں یزید کی شکایات اور اس کے خلاف اپنی نصرت و تعاون اور حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا یقین دلایا گیا، اور چند وفود بھی حضرت حسینؓ کے پاس پہنچے، حضرت حسینؓ وفود اور خطوط سے متاثر ہوئے، مگر حکمت و دانشمندی سے یہ کیا کہ بجائے خود جانے کے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا، اور ان کے ہاتھ یہ خط لکھ بھیجا کہ:-

"بعد سلام مسنون، مجھے آپ لوگوں کے خط ملے اور حالات کا اندازہ

ہوا، میں اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے کر مجھے خط لکھے، اگر وہ حالات کی تحقیق کرنے کے بعد مجھے خط لکھیں گے تو میں فوراً کوفہ پہنچ جاؤں گا،

مسلم بن عقیل کوفہ جانے سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچے، اور مسجد نبوی میں نماز ادا کی، اور اپنے اہل وعیال سے رخصت ہوئے، کوفہ پہنچ کر مختار کے گھر میں مقیم ہوئے، یہاں کے حضرات اُن کے پاس آنے جانے لگے، جب کوئی نیا آدمی آتا تو مسلم بن عقیل اس کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پڑھ کر سناتے تھے جس کو سن کر سب پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

مسلم بن عقیل نے چند روز کے قیام سے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہاں کے عام مسلمان یزید کی بیعت سے متنفر اور حضرت امام حسینؓ کی بیعت کے لیے بیچین ہیں، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت لینی شروع کر دی، چند روز میں صرف۔ کوفہ سے اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے حضرت حسینؓ کے لیے بیعت کر لی، اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا،

مسلم بن عقیل نے حضرت حسینؓ کو کوفہ کیلئے دعوت دے دی

اس وقت مسلم بن عقیل کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو بیشک پورا عراق ان کی بیعت میں آجائے گا، حجاز کے لوگ ان کے پہلے ہی تابع اور دل دادہ ہیں، اس لیے ملت اسلام کے سر سے بآسانی یزید کی مصیبت ٹل جائے گی اور ایک۔ صحیح معیاری خلافت قائم ہو جائے گی،

انہوں نے ہدایت کے موافق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دے دی (کامل ابن اثیر)

حالات میں انقلاب

مگر یہ خط لکھنے کے بعد بحکم قضاء قدر اس طرف حالات بدلنا شروع ہو گئے یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم تھے، ان کو جب یہ اطلاع ملی کہ مسلم بن عقیل حضرت حسین کے لیے بیعت خلافت لے رہے ہیں لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ:۔

"ہم کسی سے لڑنے کے لیے تیار نہیں، اور نہ محض شبہ یا تہمت پر کسی کو پکڑتے ہیں، لیکن اگر تم نے سرکشی اختیار کی اور اپنے امام (یزید) کی بیعت توڑی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں تلوار سے تم لوگوں کو سیدھا کر دوں گا، جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں قائم رہے گا"

(کامل ابن اثیر، ص ۹ ج ۴)

عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا، یہ خطبہ سن کر کھڑا ہوا، اور بولا کہ جو حالات آپ کے سامنے ہیں ان کی اصلاح بغیر تشدد کے نہیں ہو سکتی، اور جو رائے آپ نے اختیار کی ہے یہ کمزور اور بزدلوں کی رائے ہے نعمان بن بشیر نے جواب دیا کہ:۔

"میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کمزور بزدل سمجھا جاؤں یہ میرے

نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کی معصیت میں دلیر و بہادر کہلاؤں"

(ابن اثیر)

یہ دیکھ کر خود عبداللہ بن مسلم نے براہ راست ایک خط یزید کو بھیج دیا جس میں مسلم بن عقیل کے آنے اور حضرت حسین رضؓ کے لیے بیعت لینے کا واقعہ ذکر کر کے لکھا کہ:۔

اگر تمہیں کوفہ کی کچھ ضرورت ہے اور اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو یہاں کے لیے کسی قوی آدمی کو فوراً بھیجئے جو آپ کے احکام کو قوت کے ساتھ نافذ کر سکے، موجودہ حاکم نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں، یا قصداً کمزوری کا معاملہ کر رہے ہیں،،

اسی کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی اسی مضمون کے خط یزید کو لکھے جن میں عمارہ ابن الولید اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ شامل تھے، یزید کے پاس یہ خطوط پہنچے تو اپنے والد حضرت معاویہ رضؓ کے مشیر خاص سرجون کو بلا کر مشورہ کیا کہ کوفہ کی حکومت کس کو سپرد کرے، اس کی رائے یہ ہوئی کہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا عامل بنایا جائے، لیکن یزید کے تعلقات اس کے ساتھ اچھے نہ تھے، اس لیے سرجون نے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ اگر آج حضرت معاویہ رضؓ زندہ ہو جائیں اور وہ آپ کو کوئی مشورہ دیں تو آپ قبول کریں گے؟ یزید نے کہا بے شک، اس وقت سرجون نے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک فرمان نکالا، جس میں کوفہ کی امارت پر عبیداللہ بن زیاد کو مقرر کیا گیا تھا۔

کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر، مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم

یزید نے اس کے مشورے کو قبول کر کے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا حاکم بنا دیا، اور اس کو ایک خط لکھا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو گرفتار کرے اور قتل کر دے۔ یا کوفہ سے نکال دے۔ ابن زیاد کو یہ خط ملا تو فوراً کوفہ جانے کا عزم کر لیا۔

حضرت حسین کا خط اہل بصرہ کے نام

ادھر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت حسین کا ایک خط اشراف اہل بصرہ کے نام پہنچا، جس کا مضمون یہ تھا۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے، اور بدعات پھیلائے جا رہی ہیں، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو" (کامل ابن اثیر، ص ۹ ج ۴)

یہ خط خفیہ بھیجا گیا تھا، اور تو سب نے اس خط کو راز میں رکھا، لیکن منذر بن جارود کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خط لانے والا خود ابن زیاد کا جاسوس ہو۔ اس لیے اس نے یہ خط ابن زیاد کو پہنچا دیا، اور جو شخص یہ خط لے کر آیا تھا اس کو بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا، ابن زیاد نے اس قاصد کو قتل کر ڈالا، اور اسکے بعد اہل بصرہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ۔

"جو شخص میری مخالفت کرے میں اس کے لیے ایک عذاب الیم ہوں، اور جو موافقت کرے اس کے لیے راحت ہوں، مجھے امیر المومنین نے کوفہ جانے کا حکم دیا ہے، میں صبح وہاں جا رہا ہوں، اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام بناتا ہوں میں تمہیں متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کے حکم کی مخالفت کا دھیان کبھی دل میں نہ لانا، اور اگر مجھے کسی شخص کے متعلق خلاف کی خبر ملی تو میں اس کو بھی قتل کر دوں گا، اور اس کے ولی کو بھی، اور اس کے خاندان کے عریف (لیڈر) کو بھی، تم مجھے جانتے ہو کہ میں ابن زیاد ہوں" (کامل ابن اثیر)

ابن زیاد کوفہ میں

اس کے بعد ابن زیاد اپنے ساتھ مسلم بن عمر باہلی اور شریک ابن عور کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا، کوفہ کے لوگ پہلے سے حضرت حسینؓ کی آمد کے منتظر تھے، اور ان میں بہت سے لوگ حضرت حسینؓ کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ جب ابن زیاد کوفہ میں پہنچا، تو ان لوگوں نے سمجھا کہ یہی حسینؓ ہیں، وہ جس مجلس سے گذرتا سب یہ کہہ کر اس کا استقبال کرتے تھے کہ مرحبا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ؛

ابن زیاد یہ منظر خاموشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا، اور دل میں کڑھتا تھا، کہ کوفہ پر تو حضرت حسینؓ کا پورا تسلط ہو چکا ہے،

اب پورے شہر کوفہ میں حضرت حسینؓ کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی، لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے، ادھر نعمان بن بشیر والی کوفہ کو یہ خبر ملی تو باوجود یزید کا ملازم ہونے کے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتے تھے، اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے، ابن زیاد ان کے دروازے پر پہنچا، لوگوں کا ایک ہجوم اس کو حضرت حسینؓ سمجھ کر ساتھ تھا، جن کا شور وشغب اور ہنگامہ نعمان ابن بشیر نے اندر سے سُنا، تو وہیں سے آواز دی کہ:۔

"جو امانت یعنی ولایت کوفہ میرے سپرد ہے وہ میں آپ کے حوالہ نہ کروں گا، اس کے علاوہ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتا"

ابن زیاد خاموشی کے ساتھ یہ سب مظاہرے اور والی کوفہ کا معاملہ دیکھ رہا ہے اب اس نے دروازہ کے قریب پہنچ کر نعمان کو آواز دی کہ دروازہ کھولو میں ابن زیاد ہوں، یزید کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں، اس وقت دروازہ کھولا گیا اور اندر جانے کے بعد پھر بند کر لیا گیا۔

کوفہ میں ابنِ زیاد کی پہلی تقریر

اگلے روز صبح ہی ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر کی، جس میں کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنایا ہے، اور یہ حکم دیا ہے کہ تم میں جو شخص مظلوم ہو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، اور جو اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اس کو اس کا حق دیا جائے، اور جو شخص اطاعت اور فرمانبرداری کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اور جو سرکشی اور

نافرمانی کرے یا جس کی حالت اس معاملہ میں مشتبہ ہو اس پر تشدد کیا جائے،
خوب سمجھ لو کہ میں امیر المومنین کا تابع فرمان رہ کر ان کے احکام کو ضرور نافذ
کروں گا، میں نیک چلن لوگوں کے لیے مہربان باپ اور اطاعت کرنے والوں
کے لیے حقیقی بھائی ہوں، اور میرا کوڑا اور میری تلوار صرف اُن لوگوں کے لیے
ہے جو میری اطاعت سے بغاوت کریں، اور میرے احکام کی مخالفت کریں،
اب آپ لوگ اپنی جانوں پر رحم کھائیں اور بغاوت سے باز آئیں۔

اس کے بعد شہر کے تمام عرفاء نمائندوں اور لیڈروں کو خطاب کر
کے حکم دیا کہ تمہارے شہر میں جتنے آدمی باہر کے پردیسی ٹھہرے ہوئے ہیں یا
یزید کے مخالف ہیں ان سب کی تفصیلات فوراً میرے پاس پہنچا دو، جو شخص ایسے
لوگوں کی رپورٹ ہمیں دیدے گا، وہ بری سمجھا جائے گا، اور جو نہ دے گا وہ اپنے
پورے حلقۂ اثر کا ضامن و ذمہ دار ہو گا کہ اس میں کوئی شخص بھی ہماری مخالفت
نہ کرے گا، اور جو ایسا نہ کرے گا اس سے ہمارا ذمہ بری ہے، ہم اس کو قتل
کر دیں گے، اور جس شخص کے حلقۂ اثر میں خلیفۂ وقت یزید کا کوئی مخالف پایا
جائے گا اس کو اسی کے دروازے پر سولی پر چڑھا دیا جائے گا، اور اس کا
حقِ نمائندگی سلب کر لیا جائے گا۔

مُسلم بن عقیل کے تاثرات

ادھر مسلم بن عقیل جو مختار ابن ابی عبید کے گھر میں مقیم تھے، اور حضرت
حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعتِ خلافت لے رہے تھے، ان کو جب ابن زیاد کی اس تقریر

کا علم ہوا تو یہ خطرہ ہوا کہ اب ان کی مخبری کر دی جائے گی، اس لیے مختار کا گھر چھوڑ کر ہانی ابن عروہ مرادی کے مکان پر گئے، دروازہ پر پہنچ کر ہانی ابن عروہ کو بلایا، وہ باہر آئے، اور مسلم بن عقیل کو اپنے دروازہ پر دیکھ کر پریشان ہو گئے مسلم نے کہا کہ میں تمہارے پاس پناہ لینے کے لیے آیا ہوں، ہانی ابن عروہ نے جواب دیا کہ آپ مجھ پر بڑی مصیبت ڈال رہے ہیں، اور اگر آپ میرے گھر کے اندر نہ آگئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ لوٹ جائیں، مگر اب کہ آپ داخل ہو چکے ہیں میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں، اچھا آ جائیے مسلم ان کے مکان میں روپوش ہو گئے، کوفہ کے مسلمان ان کی خدمت میں خفیہ آتے جاتے رہے۔

مسلم کی گرفتاری کے لیے ابنِ زیاد کی چالاکی !

ادھر ابن زیاد نے اپنے ایک خاص دوست کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور اس کام پر مامور کیا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگائے، یہ شخص مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس پہنچا، جن کے متعلق کچھ لوگوں سے سنا تھا کہ وہ مسلم ابن عقیلؓ کے رازدار ہیں، وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے علیحدہ لیجا کر ان سے کہا کہ میں شام کا باشندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ مجھے اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائی یہ تین ہزار درہم میں اس لیے لایا ہوں کہ اس شخص کے سپرد کر دوں جو حضرت حسینؓ کے لیے بیعت لے رہا ہے، مجھے لوگوں سے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ کو اس شخص کا علم ہے اس لیے

یہ روپیہ آپ مجھ سے لیلیں، اور مجھے وہاں پہنچا دیں، تاکہ میں بھی اُن کے ہاتھ پر بعیت کرلوں، اور اگر آپ چاہیں تو مجھ سے آپ ہی ان کے لیے بعیت لے لیجئے مسلم بن عوسجہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ملاقات سے خوشی ہوئی آپ کی مراد انشاء اللہ پوری ہوگی، اور شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اہل بیت اطہار کی مدد فرمائے۔ مگر مجھے اس سے بڑا خطرہ ہوگیا، کہ لوگوں میں میرا نام بھی سے مشہور ہوگیا، بہرحال مسلم ابن عوسجہ نے اس شخص سے حلف اور عہد لیا کہ راز فاش نہ کرے گا، یہ شخص چند روز تک ان کے پاس انتظار میں آتا جاتا رہا کہ وہ اس کو مسلم بن عقیل سے ملا دیں گے،

ابنِ زیاد - ہانی بن عروہ کے گھر میں

اتفاقاً ہانی بن عروہ جن کے گھر میں مسلم بن عقیل روپوش تھے، بیمار ہوگئے، ابن زیاد بیماری کی خبر پاکر عیادت کے لیے ان کے گھر پہنچا، اس وقت عمارہ بن عبد سلولی نے ان سے کہا کہ یہ موقع غنیمت ہے، اس وقت دشمن (ابن زیاد) تمہارے قابو میں ہے قتل کرا دو، ہانی ابن عروہ نے کہا کہ شرافت کے خلاف ہے، کہ اس کو اپنے گھر میں قتل کردوں، یہ موقع نکل گیا،

مگر اتفاقاً ایسا ہی ایک اور موقع پیش آیا کہ شریک ابن اعور، جو کہ ابن زیاد کے ساتھ کوفہ میں آیا تھا مگر اہل بیت سے محبت رکھنے کے سبب ابن زیاد سے جدا ہوکر ہانی بن عروہ کا مہمان اور ہمراز ہوگیا تھا یہ بیمار پڑا تو پھر ابن زیاد نے خبر بھیجی کہ آج شام کو میں شریک ابن اعور کی عیادت کے لیے آؤں گا،

مُسلم بن عقیلؓ کی انتہائی شرافت اور اتباعِ سُنّت

شریک ابن اعور نے بھی اس موقع کو غنیمت جان کر مسلم ابن عقیل سے کہا یہ فاجر آج شام کو میری عیادت کے لیے آنے والا ہے، جب یہ آکر بیٹھے تو آپ یکبارگی اس پر حملہ کر کے قتل کر دیں، پھر آپ مطمئن ہو کر قصرِ امارت میں بیٹھیں، اگر میں تندرست ہو گیا تو بصرہ پہنچ کر وہاں کا انتظام میں آپ کے حق میں درست کر دوں گا،

شام ہوئی اور ابن زیاد کے آنے کا وقت ہوا تو مسلم بن عقیل اندر جانے لگے، اس وقت شریک نے ان سے کہا کہ آج موقع کو ہاتھ سے نہ دینا، جب وہ بیٹھ جائے تو فوراً قتل کر دینا، مگر اس وقت بھی ان کے میزبان ہانی بن عروہ نے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ میرے گھر میں مارا جائے،

یہاں تک کہ ابن زیاد آگیا، اور شریک کی مزاج پرسی شروع کی، شریک نے قصداً بات کو طول دیا، اور جب دیکھا کہ مسلم بن عقیل باہر نہیں آتے تو ایک شعر پڑھا ؎ مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِسَلْمٰی لَا تَحَیُّوْنَا، (تم سلمٰی کے متعلق کیا انتظار کرتے ہو اس کو سلام کیوں نہیں کرتے) اور بار بار یہ شعر پڑھنے لگے، ابن زیاد نے سمجھا کہ بیماری کی وجہ سے حواس میں اختلال ہے کہ بے جوڑ باتیں کر رہے ہیں، ہانی بن عروہ سے پوچھا، انہوں نے کہا جی ہاں اس بیماری میں ان کا یہی حال ہے کبھی کبھی ہذیان کی باتیں کرنے لگتے ہیں، ابن زیاد کے ساتھ مہران بھی آیا تھا، وہ تاڑ گیا، اور ابن زیاد کو اشارہ کیا یہ فوراً وہاں سے اُٹھ گیا

اس کے جانے کے بعد مسلم بن عقیلؓ باہر آئے تو شریک نے پوچھا آپ نے یہ موقع کیوں گنوا دیا، اور اس شخص کے قتل کے لیے آپ کے لیے کیا مانع تھا، مسلم بن عقیلؓ نے فرمایا دو خصلتیں مانع ہو گئیں، اوّل تو یہ کہ میں جس شخص کے گھر میں مہمان ہوں اور پناہ گزین ہوں وہ اس کو پسند نہیں کرتے، دوسرے ایک حدیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے سُنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان حیلہ کے ساتھ اچانک قتل کرنے سے منع فرماتا ہے کسی مومن کو جائز نہیں کہ مومن کو حیلہ کر کے اچانک قتل کرے،

اہل حق اور اہل باطل میں فرق:

یہاں یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ مسلم بن عقیل رضؓ کو اپنی موت سامنے نظر آرہی ہے، اور نہ صرف اپنی موت بلکہ اپنے پورے خاندان اہل بیت کی موت اور اس کے ساتھ ایک صحیح اسلامی مقصد کی ناکامی دیکھ رہے ہیں، اور جس شخص کے ہاتھوں یہ سب کچھ ہونے والا ہے وہ اس طرح ان کے قابو میں ہے کہ بیٹھے بیٹھے اُسے ختم کر سکتے ہیں، مگر اہل حق اور خصوصًا اہل بیت اطہار کا جوہر شرافت اور تقاضائے اتباعِ سنت دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس وقت بھی ان کا ہاتھ نہیں اُٹھتا، یہی اہل حق کی علامت ہے، کہ وہ اپنی ہر حرکت و سکون اور ہر قدم پر سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے نزدیک ہمارا یہ قدم صحیح ہے یا نہیں، اور اگر کتاب و سنت ہے یا تقاضائے شرافت سے ان کی اجازت نظر نہیں آتی تو اپنا سب کچھ قربان کرنے اور مقصد کو

نظر انداز کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد شریک تو اسی بیماری میں تین روز کے بعد انتقال کر گئے، اب جس شخص کو ابن زیاد نے تین ہزار روپے دے کر مسلم بن عقیلؓ کے پیچھے لگایا تھا، اور وہ مسلم بن عوسجہ کے پاس برابر آمد و رفت رکھتا تھا، بالآخر ایک روز مسلم بن عوسجہ نے اس کو مسلم بن عقیلؓ سے ملا دیا، اس نے جاکر مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ کے لیے بیعت کی، اور تین ہزار درہم ان کو دیدیئے اور اب روزانہ اُن کے پاس آنے جانے لگا، اور اس راستہ مسلم بن عقیلؓ کی ہر نقل و حرکت اور تمام راز ابن زیاد کے پاس پہنچنے لگے،

ہانی بن عروہ کی گرفتاری

اب جب کہ ابن زیاد پر پوری طرح راز فاش ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ ہانی بن عروہ نے مسلم کو پناہ دے رکھی ہے تو اس کو ہانی کی فکر ہوئی، لوگوں سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ بہت دنوں سے ہانی بن عروہ ہم سے نہیں ملے، لوگوں نے بیماری کا عذر بتایا، مگر اس کو تو گھر کے بھیدی نے سب کچھ بتا رکھا تھا، اس نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے، وہ مرض سے اچھے ہو چکے ہیں، گھر کے دروازہ پر پہرہ کے لیے بیٹھے رہتے ہیں، آپ لوگ جاؤ اور اس کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ہمارے پاس آئیں،

یہ لوگ ہانی کے پاس پہنچے، حالات کی نزاکت بتلا کر کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیئے، ہانی نے اپنے آپ کو مجبور پایا، ان کے ساتھ چلنے کیلئے سوار ہو گئے

جب قصر امارت کے قریب پہنچے تو ان کو احساس ہوا کہ آج میرے لیے خیر نہیں، آنے والوں میں اُن کے عزیز حسان بن اسماء بھی تھے، ان سے کہا کہ مجھے اپنے بارے میں خطرہ ہے، حسان نے جواب دیا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں میں تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا، وجہ یہ تھی کہ حسان ان واقعات سے بالکل بے خبر تھے،

یہ لوگ ہانی کو ساتھ لیے ہوئے قصر امارت میں داخل ہوئے تو ابن زیاد نے قاضی کوفہ شریح سے کہا کہ ایک خائن کو خود اس کے پاؤں نے یہاں تک پہنچا دیا، جب قریب آئے تو ابن زیاد نے شعر پڑھا ؎

اُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيْدُ قَتْلِيْ

"یعنی میں تو اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کے درپے ہے"

ہانی نے کہا یہ کیا بات ہے، ابن زیاد نے کہا کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ہم اُن سازشوں سے بے خبر ہیں جو امیر المومنین کے خلاف آپ کے گھر میں ہو رہی ہیں، آپ نے مسلم بن عقیلؓ کو اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوا ہے، اور اس کے واسطے اسلحہ اور رضا کار جمع کر رہے ہیں،

ہانی نے انکار کیا اور گفتگو طویل ہوئی، تو ابن زیاد نے اس اپنے جاسوس کو سامنے کر دیا جس کے ذریعہ خبریں پہنچی تھیں، یہ ماجرا دیکھ کر ایک دفعہ تو ہانی ششدر رہ گئے، مگر پھر ذرا سنبھل کر بولے،

ہانی کی شرافت، اپنے مہمان کو سپرد کرنے سے انکار

میری بات سنیئے! اور اس کو سچ مانیئے میں واللہ آپ سے جھوٹ نہ بولوں گا واقعہ یہ ہے کہ بخدا نہ میں نے مسلم بن عقیلؓ کو بلایا نہ مجھے اُن کے معاملہ کی کوئی خبر تھی، اچانک اُن کو اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا دیکھا، اور مجھ سے میرے گھر مہمان ہونے کے لیے کہا، مجھے اُن کی بات رد کرنے سے حیا مانع ہوئی، اور اس کی وجہ سے مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہو گئیں، میں نے مجبور ہو کر اپنے گھر میں داخل کیا، اور مہمان بنا لیا، اور اگر اب آپ مجھ پر اطمینان کریں تو میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو اپنے گھر سے نکال دوں، اور آپ کے پاس آجاؤں ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم آپ مجھ سے اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک مسلم بن عقیلؓ کو میرے سپرد نہ کر دیں، ہانی نے کہا میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنے مہمان کو تمہارے سپرد کر دوں اور تم اسے قتل کر دو،

حاضر مجلس مسلم بن عمر باہلی نے ابن زیاد سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے، میں انہیں سمجھاتا ہوں، علیحدہ لے گئے اور کہا کیوں اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہو مسلم کو ان کے سپرد کر دو، یہ لوگ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے سے نمٹ لیں گے، قتل نہ کریں گے، اور نہ کوئی نقصان پہنچائیں گے اس معاملہ میں نہ آپ کی کوئی رسوائی ہے نہ عار، ہانی نے کہا اس سے زیادہ کیا رسوائی ہو سکتی ہے، کہ میں اپنے مہمان کو اس کے دشمن کے حوالہ کر دوں بخدا اگر کوئی میرا مددگار بھی نہ ہوتا اور میں تنہا ہوتا جب بھی اپنے مہمان کو اپنی زندگی میں اس کے

سپرد نہ کرتا!

ہانی ابن عروہ پر تشدد و مار پیٹ

جب ہانی کی یہ پختگی دیکھی تو ابن زیاد اور اس کے مصاحب خاص مہران نے ہانی کے بال پکڑ کر ان کو مارنا شروع کیا یہانتک کہ ان کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا، اور کہا کہ اب بھی تم مسلم کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہیں قتل کر دیں گے، ہانی نے کہا میرا قتل کر دینا تیرے لیے آسان نہیں اگر ایسا کرو گے تو تمہارے قصر امارت کو تلواریں گھیر لیں گی، اس پر ابن زیاد اور برافروختہ ہوا اور مار پیٹ شدید کر دی،

اسماء بن خارجہ جو ہانی کو گھر سے بلا کر لائے تھے، اور ان کو اطمینان دلایا تھا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں، وہ اس وقت کھڑے ہوئے اور سختی سے ابن زیاد کو کہا کہ اے غدار تو نے ہمیں ایک شخص کو لانے کے لیے کہا جب ہم اسے لے آئے تو تو نے ان کا یہ حال کر دیا، اس پر ابن زیاد نے ہاتھ روکا،

ہانی کی حمایت میں ابن زیاد کے خلاف ہنگامہ

ادھر شہر میں یہ مشہور ہو گیا کہ ہانی بن عروہ قتل کر دیئے گئے، جب یہ خبر عمرو بن حجاج کو پہنچی تو وہ قبیلہ مذحج کے بہت سے نوجوانوں کو ساتھ لے کر موقع پر پہنچے، اور ابن زیاد کے مکان کا محاصرہ کیا، اب تو ابن زیاد کو فکر پڑ گئی، قاضی شریح کو کہا کہ آپ باہر جا کر لوگوں کو بتلائیں کہ ہانی بن عروہ

صحیح سالم ہیں، قتل نہیں کیے گئے، میں خود ان کو دیکھ کر آیا ہوں، اور شریح کے ساتھ ایک اپنا آدمی بطور جاسوس لگا دیا، کہ وہ ابن زیاد کے کہنے کے خلاف کوئی بات نہ کریں، قاضی شریح کا یہ قول سُن کر عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اب اطمینان ہے تم واپس چلے جاؤ،

ہانی بن عروہ کے متعلق شہادت کی خبر اور اس کے خلاف قبیلۂ مذحج کے ہنگامہ اور ابن زیاد کے قصر کے محاصرہ کی اطلاع جب مسلم بن عقیلؓ کو ملی تو وہ بھی مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نکلے، اور جن اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کو جمع کیا، چار ہزار آدمی جمع ہو گئے اور جمع ہوتے جا رہے تھے، یہ لشکر ابن زیاد کی قصر امارت کی طرف بڑھا تو ابن زیاد نے قصر کے دروازوں کو مقفل کر دیا، مسلمؓ اور ان کے ساتھیوں نے قصر کا محاصرہ کر لیا، مسجد اور بازار ان لوگوں سے بھر گیا، جو ابن زیاد کے مقابلہ پر آئے تھے، اور شام تک اس میں اضافہ ہوتا رہا،

ابن زیاد کے ساتھ قصرِ امارت میں صرف تیس سپاہی اور کچھ خاندان کے سادات تھے، ابن زیاد نے ان لوگوں میں سے چند ایسے لوگوں کو منتخب کیا جن کا اثر و رسوخ ان قبائل پر تھا جو مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ محاصرہ کئے ہوئے تھے، اور ان کو کہا تم باہر جا کر اپنے اپنے حلقۂ اثر کے لوگوں کو مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ دینے سے روکو، مال و حکومت کا لالچ دلا کر یا حکومت کی سزا کا خوف دلا کر، جس طرح بھی ممکن ہو ان کو مسلم سے جدا کر دو،

اِدھر سادات و شیعہ کو حکم دیا کہ تم لوگ قصر کی چھت پر چڑھ کر

لوگوں کو اس بغاوت سے روکو، اور اسی خوف وطمع کے ذریعہ ان کو محاصرہ سے واپس جانے کی تلقین کرو۔

محاصرہ کرنیوالوں کا فرار اور مسلم بن عقیلؓ کی بے کسی

جب لوگوں نے اپنے سادات شیعہ کی زبانی یہ باتیں سنیں تو متفرق ہونا شروع ہو گئے، عورتیں اپنے بیٹوں بھائیوں کو محاذ سے واپس بلانے کے لیے آنے لگیں، یہاں تک کہ مسجد میں ابن عقیلؓ کے ساتھ صرف تیس آدمی باقی رہ گئے، یہ صورتِ حال دیکھ کر مسلم بھی یہاں سے واپس ابواب کندہ کی طرف چلے، جب وہ دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ رہا تھا،

مسلم بن عقیلؓ تن تنہا کوفہ کے گلی کوچوں میں سراسیمہ پھرتے تھے کہ اب کہاں جائیں، بالآخر کندہ کی عورت طوعہ کے گھر پہنچے، ان کے لڑکے بلال اسی ہنگامہ میں باہر گئے ہوئے تھے، وہ دروازے پر واپسی کا انتظار کر رہی تھی، مسلم نے اس سے پانی مانگا، پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے، عورت نے کہا کہ آپ پانی پی چکے، اب اپنے گھر جائیے، مسلم خاموش رہے، اسی طرح تین مرتبہ یہی کہا اور مسلم خاموش رہے، تو پھر اس نے ذرا سختی سے کہا کہ میں آپ کو دروازہ پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گی، آپ اپنے گھر جائیے،

اس وقت مسلم نے مجبور ہو کر کہا کہ اس شہر میں نہ میرا کوئی گھر ہے نہ خاندان تو کیا تم مجھے پناہ دو گی، میں مسلم بن عقیلؓ ہوں، میرے ساتھ میرے

ساتھیوں نے دھوکہ کیا، عورت کو رحم آگیا، اور مسلم کو اپنے گھر میں داخل کر لیا، اور شام کا کھانا پیش کیا، مسلم نے نہ کھایا، اسی عرصہ میں عورت کے لڑکے بلال واپس آ گئے، دیکھا کہ ان کی والدہ بار بار کمرے کے اندر جاتی ہیں، بات پوچھی تو عورت نے اپنے لڑکے سے بھی چھپایا، اس نے اصرار کیا تو اس شرط پر بتلا دیا کہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے، اس طرف ابن زیاد نے جب دیکھا کہ لوگوں کا شور و شغب قصر کے گرد نہیں ہے تو اپنے سپاہی کو بھیجا کہ دیکھو کیا حال ہے، اس نے آکر بیان کیا کہ میدان صاف ہے کوئی نہیں،

اُس وقت ابن زیاد اپنے قصر سے اُتر کر مسجد میں آیا، اور منبر کے گرد اپنے خواص کو بٹھلایا، اور اعلان کرایا، کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں مسجد بھر گئی تو ابن زیاد نے یہ خطبہ دیا:-

"ابن عقیلؓ بیوقوف جاہل نے جو کچھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا، اب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم جس شخص کے گھر میں ابن عقیلؓ کو پائیں گے ہمارا ذمہ اس سے بری ہے، اور جو کوئی اُن کو ہمارے پاس پہنچائیگا اس کو انعام ملے گا، اور اپنی پولیس کے افسر حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں کے دروازوں پر پہرہ لگا دو، کوئی باہر نہ جا سکے، اور پھر سب گھروں کی تلاشی لو!"

اس تلاشی کے درمیان جب اس عورت کے لڑکے بلال نے یہ محسوس کیا کہ بالآخر وہ ہمارے گھر سے گرفتار کیے جائیں گے، تو اس نے خود مخبری کر کے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو اس کا پتہ بتلا دیا، اس نے اپنے باپ محمد بن اشعث کو اوھ

اس نے ابن زیاد کو اس کی اطلاع کر دی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں ستر سپاہیوں کا ایک دستہ ان کے گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا،

مسلم بن عقیلؓ کا ستر سپاہیوں سے تنہا مقابلہ

مسلم بن عقیلؓ نے جب ان کی آوازیں سُنیں تو تلوار لے کر دروازہ پر آگئے، اور سب کا مقابلہ کر کے ان کو دروازہ سے نکال دیا، وہ لوگ پھر لوٹے تو پھر مقابلہ کیا، اس مقابلہ میں زخمی ہو گئے، مگر اُن کے قابو میں نہ آئے، یہ لوگ چھت پر چڑھ گئے، اور پتھر برسانے شروع کیے، اور گھر میں آگ لگا دی، مسلم بن عقیل ان کے سب حربوں کا تن تنہا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے کہ محمد بن اشعث نے اُن کے قریب ہو کر پکارا کہ :-

"میں تمہیں امن دیتا ہوں، اپنی جان کو ہلاک نہ کرو، میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا، یہ لوگ تمہارے چچازاد بھائی ہیں نہ تمہیں قتل کریں گے نہ ماریں گے"

مُسلم بن عقیلؓ کی گرفتاری

مسلم بن عقیلؓ تن تنہا ستر سپاہیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے زخموں سے چُور ہو کر تھک چکے تھے، ایک دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے، ان کو ایک سواری پر سوار کر دیا گیا، اور ہتھیار اُن سے لے لئے گئے، ہتھیار لینے کے وقت ابن عقیل نے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے کہ امن لینے کے بعد ہتھیار چھینے جا رہے ہیں، محمد بن اشعث

نے کہا، کہ نہیں آپ کوئی فکر نہ کریں، آپ کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ نہ کیا جائے گا، ابن عقیل نے فرمایا کہ یہ سب محض باتیں ہیں، اور اس وقت ابن عقیل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے،

محمد بن اشعث کے ساتھیوں میں عمرو بن عبید بھی تھا، جو اُن کو امان دینے کا مخالف تھا، اس نے کہا کہ اے مسلم جو شخص ایسا اقدام کرے جو آپ نے کیا، جب پکڑ لیا جائے تو اس کو رونے کا حق نہیں،

مُسلم بن عقیلؓ کی حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے سے روکنے کی وصیّت

ابن عقیلؓ نے فرمایا کہ :-

"میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا، بلکہ میں حسینؓ اور آل حسینؓ کی جانوں کے لیے رو رہا ہوں، جو میری تحریر پر عنقریب کوفہ پہنچنے والے ہیں، اور تمہارے ہاتھوں اسی بلا میں گرفتار ہوں گے جس میں میں گرفتار ہوں"!

اس کے بعد محمد بن اشعث سے کہا کہ :-

"تم نے مجھے امان دیا ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ تم اپنے اس امان سے عاجز ہو جاؤ گے، لوگ تمہاری بات نہ مانیں گے، اور مجھے قتل کریں گے، تو اب کم از کم تم میری ایک بات مان لو، وہ یہ ہے کہ:-
ایک آدمی حضرت حسینؓ کے پاس فوراً روانہ کر دو جو اُن کو میرے حال کی اطلاع کر کے یہ کہہ دے کہ آپ راستہ ہی سے اپنے اہل بیت

کو لے کر لوٹ جائیں، کوفہ والوں کے خطوط سے دھوکہ نہ کھائیں
یہ وہی لوگ ہیں جن کی بے وفائی سے گھبرا کر آپ کے والد اپنی موت
کی تمنا کیا کرتے تھے"!

محمد بن اشعث نے حلف کے ساتھ اس کا وعدہ کیا کہ میں ایسا کروں گا،

محمد بن اشعث نے وعدہ کے مطابق حضرت حسینؓ کو روکنے کیلئے آدمی بھیجا

اس کے ساتھ ہی محمد بن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا، ایک آدمی کو خط دے کر حضرت حسینؓ کی طرف بھیج دیا، حضرت حسینؓ اس وقت مقام زبالہ تک پہنچ چکے تھے، محمد بن اشعث کے قاصد نے یہاں پہنچ کر خط دیا، خط پڑھ کر حضرت حسینؓ نے فرمایا:-

کُلّ مَا قدّر نازل	جو چیز ہو چکی ہے وہ ہو کر رہے گی، ہم
عِندَ اللہِ نَحتَسِبُ	صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی جانوں کا
انفسنا و فسادَ اُمتنا،	ثواب چاہتے ہیں، اور امت کے فساد
(کامل ابن اثیر، ص ۱۴، ج ۴)	کی فریاد کرتے ہیں،

الغرض یہ خط پاکر بھی حضرت حسینؓ نے اپنا ارادہ ملتوی نہیں کیا، اور جو عزم کر چکے تھے اس کو لیے ہوئے آگے بڑھتے رہے،

ادھر محمد بن اشعث ابن عقیلؓ کو لے کر قصر امارت میں داخل ہوئے، اور ابن زیاد کو اطلاع دی کہ میں ابن عقیل کو امان دے کر آپ کے پاس لایا ہوں، ابن زیاد نے غصہ سے کہا کہ تمہیں امان دینے سے کیا واسطہ، میں نے تمہیں

گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا یا امان دینے کے لیے، محمد بن اشعث خاموش رہ گئے، ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم دے دیا،

مسلم بن عقیلؓ کی شہادت اور وصیت

مسلم بن عقیلؓ پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ محمد بن اشعث کا امن دینا کوئی چیز نہیں، ابن زیاد مجھے قتل کرے گا، مسلمؓ نے کہا مجھے وصیت کرنے کی مہلت دو، ابن زیاد نے مہلت دیدی، تو انہوں نے عمر بن سعد سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان قرابت ہے، اور میں اس قرابت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے تم سے ایک کام ہے جو راز ہے، میں تنہائی میں بتلا سکتا ہوں، عمرو بن سعد نے اس کو سننے کی ہمت نہ کی، ابن زیاد نے کہا کچھ مضائقہ نہیں، تم سن لو، اُن کو علیحدہ کر کے مسلم بن عقیلؓ نے کہا کہ کام یہ ہے کہ میرے ذمہ سات سو درہم قرض ہیں جو میں نے کوفہ کے فلاں آدمی سے لیے تھے، وہ میری طرف سے ادا کر دو، دوسرا کام یہ ہے کہ حسینؓ کے پاس ایک آدمی بھیج کر ان کو راستہ سے واپس کرا دو، عمر بن سعد نے ابن زیاد سے ان کی وصیت پورا کرنے کی اجازت مانگی، تو اس نے کہا کہ بے شک امین آدمی کبھی خیانت نہیں کرتا، تم ان کا قرض ادا کر سکتے ہو، باقی رہا حسینؓ کا معاملہ سو اگر وہ ہمارے مقابلہ کے لیے نہ آئیں تو ہم بھی اُن کے مقابلہ کے لیے نہ جائیں گے، اور اگر وہ آئے تو ہم مقابلہ کریں گے،

مسلم بن عقیلؓ اور ابنِ زیاد کا مکالمہ

ابن زیاد نے کہا کہ اے مسلم تم نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں کا نظم مستحکم اور ایک کلمہ تھا، سب ایک امام کے تابع تھے، تم نے آکر ان میں تفرقہ ڈالا، اور لوگوں کو اپنے امیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا،

مسلم بن عقیلؓ نے فرمایا کہ معاملہ یہ نہیں، بلکہ اس شہر کوفہ کے لوگوں نے خطوط لکھے کہ تمہارے باپ نے ان کے نیک اور شریف لوگوں کو قتل کر دیا، ان کے خون ناحق بہائے، اور یہاں کے عوام پر کسریٰ و قیصر جیسی حکومت کرنی چاہی، اس لیے ہم اس پر مجبور ہوئے کہ عدل قائم کرنے اور کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے کی طرف لوگوں کو بلائیں اور سمجھائیں،

اس پر ابن زیاد اور زیادہ برافروختہ ہو کر مسلم بن عقیلؓ کو بُرا بھلا کہنے لگا، مسلم خاموش ہو گئے، ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قصر امارت کی اوپر کی منزل پر لے جاؤ، اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دو، مسلم بن عقیل اوپر لے جائے گئے وہ تسبیح و استغفار پڑھتے ہوئے اوپر پہنچے، اور ابن زیاد کے حکم کے موافق ان کو شہید کر کے نیچے ڈال دیا گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

مسلم بن عقیلؓ کو قتل کرنے کے بعد ہانی بن عروہ کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، ان کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا گیا،

ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیئے، یزید نے شکریہ کا خط لکھا، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسینؓ عراق

کے قریب پہنچ گئے ہیں، اس لیے جاسوس اور خفیہ رپوٹر پورے شہر میں پھیلا دو، اور جس پر ذرا بھی حسینؓ کی تائید کا شبہ ہو اس کو قید کر لو، مگر سوا اس شخص کے جو تم سے مقابلہ کرے کسی کو قتل نہ کرو،

حضرت حسینؓ کا عزم کوفہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اہل کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط اور بہت سے وفود پہلے پہنچ چکے تھے، پھر مسلم بن عقیلؓ نے یہاں کے اٹھارہ ہزار مسلمانوں کی بیعت کے خبر کے ساتھ ان کو کوفہ کے لیے دعوت دے دی تو حضرت حسینؓ نے کوفہ کا عزم کر لیا،

جب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو بجز عبداللہ بن زبیرؓ کے اور کسی نے ان کو کوفہ جانے کا مشورہ نہیں دیا، بلکہ بہت سے حضرات حضرت حسین رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ مشورہ دیا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں، اہل عراق و کوفہ کے وعدوں، بیعتوں پر بھروسہ نہ کریں، وہاں جانے میں آپ کے لیے بڑا خطرہ ہے،

عمر بن عبدالرحمٰنؓ کا مشورہ

عمر بن عبدالرحمٰن رضؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں یزید کے حکام و امراء موجود ہیں، ان کے پاس بیت المال ہے، اور لوگ عام طور پر درہم و دینار کے پرستار ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں

وہی لوگ آپ کے مقابلہ پر نہ آجائیں، جنہوں نے آپ سے وعدے کیے اور بلایا ہے، اور جن کے قلوب میں بلاشبہ آپ زیادہ محبوب ہیں، بہ نسبت ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہو کر وہ آپ سے مقابلہ کریں گے،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ ان کی نصیحت کو سنا اور فرمایا کہ میں آپ کی رائے و مشورہ کا خیال رکھوں گا،

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا مشورہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو تشریف لائے، اور فرمایا کہ میں یہ خبریں سُن رہا ہوں، ان کی کیا حقیقت ہے، آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں میں ارادہ کر چکا ہوں، اور آج کل میں جانے والا ہوں، انشاءاللہ تعالیٰ،

ابن عباسؓ نے فرمایا، بھائی میں اس سے آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، خدا کے لیے آپ مجھے یہ بتلائیں کہ آپ کسی ایسی قوم کیلئے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر مسلط ہونے والے امیر کو قتل کر دیا ہے، اور وہ لوگ اپنے شہر پر قابض ہو چکے ہیں، اور اپنے دشمن کو نکال چکے ہیں، تو بیشک آپ کو ان کے بلانے پر فوراً چلے جانا چاہیئے۔

اگر وہ آپ کو ایسی حالت میں بلا رہے ہیں جب کہ اُن کے سروں پر ان کا امیر قائم و موجود ہے اور وہ اس سے مغلوب و متاثر ہیں، اور ان کے حکّام زمینوں کا مالیہ وصول کرتے ہیں تو ان کی یہ دعوت آپ کو ایک سخت

جنگ و مقابلہ کی دعوت ہے، اور مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ یہی لوگ آپ کو دھوکہ دیں اور مخالفت و مقابلہ پر آمادہ ہو جائیں،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا، اچھا میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں، پھر جو کچھ سمجھ میں آئے گا عمل کروں گا،

ابنِ عباسؓ کا دوبارہ تشریف لانا

دوسرے روز ابن عباس رضی اللہ عنہ پھر تشریف لائے، اور فرمایا کہ میرے بھائی میں صبر کرنا چاہتا ہوں، مگر صبر نہیں آتا، مجھے آپ کے اس اقدام سے آپ کی اور آپ کے اہلِ بیت کی ہلاکت کا شدید خطرہ ہے اہل عراق عہد شکن بے وفا لوگ ہیں، آپ اُن کے پاس نہ جائیے، آپ اسی شہر مکہ میں اقامت کریں، آپ اہلِ حجاز کے مسلم رہنما و سردار ہیں، اور اگر اہلِ عراق آپ سے مزید تقاضا کریں تو آپ ان کو یہ لکھیں کہ پہلے اپنے امیر و حکام کو اپنے شہر سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ تو میں آجاؤں گا،

اور اگر آپ کو یہاں سے جانا ہی ہے تو آپ یمن چلے جائیں کہ وہاں بہت سے محفوظ قلعے اور پہاڑیاں ہیں، اور طویل و عریض خطہ ہے، وہاں آپ کے والد کے متبعین بھی بکثرت ہیں، اس طرح آپ لوگوں کے ہنگاموں سے جدا رہ کر بذریعہ خطوط خود حق کی اشاعت و حمایت بعافیت کر سکیں گے،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس میں جانتا ہوں کہ آپ ناصح مشفق ہیں، مگر میں اب عزم کر چکا ہوں، اس کو فسخ کرنے کے لیے طبیعت

آمادہ نہیں ہوتی،

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی اگر آپ جانا طے ہی کر چکے ہیں تو خدا کے لیے اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ اسی طرح اپنی عورتوں بچوں کے سامنے قتل کیے جائیں، جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے ہیں،

حضرت حسینؓ کی کوفہ کے لئے روانگی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نزدیک ایک دینی ضرورت سمجھ کر خدا کے لیے عزم کر چکے تھے، مشورہ دینے والوں نے ان کو خطرات سے آگاہ کیا، مگر مقصد کی اہمیت نے ان کو خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے مجبور کر دیا، اور ذی الحجہ ۶۰ھ کی تیسری یا آٹھویں تاریخ کو آپ مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، اس وقت یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم عمرو بن سعید بن العاص مقرر تھا، اس کو ان کی روانگی کی خبر ملی، تو چند آدمی راستہ پر ان کو روکنے کیلئے بھیجے، حضرت حسینؓ نے واپسی سے انکار فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔

فرزدق شاعر کی ملاقات اور حضرت حسینؓ کا ارشاد

راستہ میں فرزدق شاعر عراق کی طرف سے آتا ہوا ملا، حضرت حسینؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حسینؓ نے بات کاٹ کر ان سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ کہ اہلِ عراق و کوفہ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے؟ فرزدق نے کہا کہ

اچھا ہوا آپ نے ایک واقف حال تجربہ کار سے بات پوچھی، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ،

"اہلِ عراق کے قلوب تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں، اور تقدیر آسمان سے نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے"!

حضرت حسین رضؓ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، اور فرمایا:۔

لله الامر مایشاء وکل یوم	اللہ ہی کے ہاتھ میں تمام کام وہ جو چاہتا
ربنا فی شأن ان نزل	ہے کرتا ہے اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں
القضاء نحب فنحمد الله	ہے اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی
وھو المستعان علیٰ اداء الشکر	تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے اور ہم شکر کرنے
وان حال القضاء دون الرجاء	میں بھی اسی کی اعانت طلب کرتے ہیں کہ
فلم یعتد من کان الحق نیتہ	ادائے شکر کی توفیق دے، اور اگر تقدیر الٰہی ہماری
والتقوٰی سریرتہ	مراد میں حائل ہوگئی تو وہ شخص خطا پر نہیں جسکی نیت
(کامل ابن اثیر)	حق کی حمایت ہو اور جسکے دل میں خوف خدا ہو

عبداللہ ابن جعفر کا خط

واپسی کا مشورہ

عبداللہ ابن جعفر رضؓ نے جب حضرت حسینؓ کی روانگی کی خبر پائی تو ایک خط لکھ کر اپنے بیٹوں کے ہاتھ روانہ کیا تیزی سے پہونچیں، اور راستہ میں حضرت حسینؓ کو دیدیں، خط کا مضمون یہ تھا۔

"میں خدا کے لیے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط
پڑھتے ہی مکہ کی طرف لوٹ آئیں، میں محض خیر خواہانہ عرض کر
رہا ہوں، مجھے آپ کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اور خوف ہے کہ
آپ کے سب اہل بیت اور اصحاب کو ختم کر دیا جائے، اور اگر
خدانخواستہ آپ آج ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا
کیوں کہ آپ مسلمانوں کے پیشوا اور اُن کی آخری امید ہیں، آپ
چلنے میں جلدی نہ کریں، اس خط کے پیچھے میں خود بھی آ رہا ہوں،
میرا انتظار فرمائیں، والسلام (ابن اثیر)

یہ خط لکھ کر عبد اللہ بن جعفرؓ نے پہلے یہ کام کیا کہ یزید کی طرف سے والی مکہ عمر بن سعید کے پاس تشریف لے گئے، اور اس سے کہا کہ آپ حضرت حسینؓ کے لیے ایک پروانہ امان کا لکھ دیں، اور ان سے اس کا بھی وعدہ تحریری دیدیں کہ اگر وہ واپس آجائیں تو ان کے ساتھ مکہ میں اچھا سلوک کیا جائے گا، عامل مکہ عمرو بن سعید نے پروانہ لکھ دیا، اور عبد اللہ بن جعفرؓ کے ساتھ اپنے بھائی یحیٰی بن سعید کو بھی حضرت حسینؓ کی طرف بھیجا،

یہ دونوں راستہ میں جا کر حضرت حسینؓ سے ملے، اور عمرو بن سعید کا خط ان کو سنایا، اور اس کی کوشش کی کہ لوٹ جائیں، اس وقت حضرت حسینؓ نے ان کے سامنے اپنے اس عزم کی ایک وجہ بیان کی،

حضرت حسینؓ کا خواب اور اُنکے عزمِ مصمم کی ایک وجہ

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے آپ کی طرف سے ایک حکم دیا گیا ہے، میں اس حکم کی بجا آوری کے لیے جا رہا ہوں خواہ مجھ پر کچھ بھی گذر جائے۔

انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے، فرمایا کہ آج تک میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے نہ کروں گا، یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں، (کامل ابن اثیر، ص ۱۷، ج ۴)

بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی جان اور اولاد کے خطرات اور سب حضرات کے خیر خواہانہ مشوروں نے بھی ان کے عزمِ مصمم میں کوئی کمزوری پیدا نہ کی اور وہ کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے،

ابنِ زیاد حاکم کوفہ کیطرف سے حسینؓ کے مقابلہ کی تیاری

ابن زیاد جو کوفہ پر اسی لیے حاکم مقرر کیا گیا تھا، کہ وہ حضرت حسینؓ کے مقابلہ میں سخت سمجھا گیا، اس کو جب حضرت حسینؓ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی پولیس کے افسر حصین بن نمیر کو آگے بھیجا کہ قادسیہ پہنچ کر مقابلہ کی تیاری کرے،

حضرت حسین رضی اللہ جب مقام حاجر پر پہنچے، تو اہل کوفہ کے نام خط لکھ کر قیس بن مسہر کے ہاتھ روانہ کیا، خط میں اپنے آنے کی اطلاع

اور جس کام کے لیے ان کو اہلِ کوفہ نے بلایا تھا اس میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت تھی،

کوفہ والوں کے نام حضرت حسینؓ کا خط

اور قاصد کی دلیرانہ شہادت

قیس جب یہ خط لے کر قادسیہ تک پہنچے، تو یہاں ابن زیاد کی پولیس کے انتظامات تھے، ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا، ابن زیاد نے ان کو حکم دیا کہ قصرِ امارت کی چھت پر چڑھ کر (معاذ اللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعن وطعن کریں۔

قیس چھت پر چڑھ گئے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد باواز بلند کہا کہ:۔

"اے اہلِ کوفہ! حسین بن علیؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور اس وقت خلق اللہ میں سب سے بہتر ہیں، میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں تم ان کا استقبال کرو۔"

اس کے بعد ابن زیاد کو بُرا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے دعائے مغفرت کی،

ابن زیاد ان کی دلیری اور جانبازی پر حیران رہ گیا، حکم دیا کہ ان کو

قصر کی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے، ظالموں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، قیس نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے،

راہ میں عبداللہ ابنِ مطیع سے ملاقات اور اُن کا واپسی کے لئے اصرار

حضرت حسینؓ کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے، راستہ میں ایک پڑاؤ پر اچانک عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہو گئی، حضرت حسینؓ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کہاں جا رہے ہیں، اور کیا مقصد ہے، حضرت حسین رضؓ نے اپنا ارادہ بتلایا عبداللہؓ نے الحاح وزاری سے عرض کیا کہ :-

"اے ابن رسول اللہ میں تمہیں اللہ کا اور عزتِ اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے رُک جائیں میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، اور حرمتِ قریش اور حرمتِ عرب کا واسطہ دیتا ہوں، کہ اگر آپ بنی امیہ سے اُن کے اقتدار کو لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے، اور اگر خدانخواستہ انہوں نے آپ کو قتل کر ڈالا، تو پھر دنیا میں کوئی ایسا نہ رہیگا جس سے اُن کو کوئی خوف ہو، بخدا آپ کی بقاء کے ساتھ اسلام کی اور قریش کی اور پورے عرب کی حرمت و عزت وابستہ ہے، آپ ایسا ہرگز نہ کریں، اور کوفہ نہ جائیں اپنی جان کو

بنی امیہ کے حوالے نہ کریں۔" (ابن اثیر)

مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی نہ کیا، اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے،

مسلم ابن عقیل رضؓ کے قتل کی خبر پاکر حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کا مشورہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن عقیل رضؓ نے محمد بن اشعث سے یہ عہد لیا تھا کہ ان کے حالات کی اطلاع حضرت حسینؓ کو پہنچا کر ان کو راستہ سے واپس کرا دیں، اور محمد ابن اشعث نے وعدہ کے مطابق آدمی بھیج کر اس کی اطلاع کرائی، یہ خط اور پھر ان کے قتل کی اطلاع دوسرے ذرائع سے حضرت حسینؓ کو مقام ثعلبیہ میں پہنچ کر ملی، یہ خبر سن کر حضرت حسین رضؓ کے بعض ساتھیوں نے بھی ان سے باصرار عرض کیا کہ خدا کے لیے آپ اب یہیں سے لوٹ جائیں، کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں، بلکہ ہمیں قوی اندیشہ ہے کہ کوفہ کے یہی لوگ جنہوں نے دعوت دی تھی آپ کے مقابلہ پر آجائیں گے۔

مسلم بن عقیل رضؓ کے عزیزوں کا جوشِ انتقام

مگر یہ بات سن کر بنو عقیل سب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ واللہ ہم مسلم بن عقیلؓ کا قصاص لیں گے، یا انہیں کی طرح اپنی جان دے دیں گے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اب یہ تو سمجھ چکے تھے کہ کوفہ میں ان کے لیے

کوئی گنجائش نہیں، اور نہ اس دینی مقصد کا اب کوئی امکان ہے جس کے لیے یہ آہنی عزم لے کر چلے تھے لیکن بنو عقیل کے اس اصرار اور مسلم بن عقیلؓ کے تازہ صدمہ سے متاثر ہو کر فرمایا کہ اب ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں، اور ساتھیوں میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ مسلم بن عقیلؓ نہیں، آپ کی شان کچھ اور ہے ہمیں امید ہے کہ جب اہل کوفہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یہانتک کہ پھر آگے بڑھنا طے کر کے سفر کیا گیا اور مقام زبالہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

راستہ میں جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا گذر ہوتا اور اُن کا قصد معلوم ہوتا تھا ہر مقام سے کچھ لوگ اُن کے ساتھ ہو جاتے تھے، یہاں بھی کچھ لوگ ساتھ ہو لیے،

مقام زبالہ پر پہنچ کر یہ خبر ملی کہ آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ ابن لقیط جن کو راستہ سے مسلم بن عقیلؓ کی طرف بھیجا تھا وہ بھی قتل کر دیئے گئے،

حضرت حسینؓ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کو واپسی کی اجازت

یہ خبریں پانے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اہل کوفہ نے ہمیں دھوکہ دیا، اور ہمارے متبعین ہم سے پھر گئے، اب جس کا جی چاہے واپس ہو جائے میں کسی کی ذمہ داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا،

اس اعلان کے ساتھ راستہ سے ساتھ ہونے والے بدوی لوگ سب داہنے بائیں چل دیئے، اور اب حضرت حسینؓ کے ساتھ صرف وہی لوگ

رہ گئے جو مکہ سے ان کے ساتھ آئے تھے،

یہاں سے روانہ ہو کر مقام عقبہ پر پہنچے، تو ایک عرب ملے اور کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوٹ جائیں، آپ نیزوں، بھالوں اور تلواروں کی طرف جا رہے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر وہ خود اپنے دشمنوں سے نمٹتے، اور ان کو اپنے شہر سے نکال کر آپ کو بلاتے تو وہاں جانا ایک صحیح رائے ہوتی، لیکن اس حال میں کسی طرح آپ کا جانا مناسب نہیں،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جو کہہ رہے ہو مجھ پر بھی پوشیدہ نہیں، لیکن تقدیر الٰہی پر کوئی غالب نہیں آسکتا،

ابنِ زیاد کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار لشکر لیکر پہنچ گئے

حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھی چل رہے تھے، کہ دوپہر کے وقت دور سے کچھ چیزیں حرکت کرتی نظر آئیں، غور کرنے پر معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار فوج ہے، یہ دیکھ کر حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایک پہاڑی کے قریب پہنچ کر محاذ جنگ بنایا،

یہ حضرات محاذ کی تیاری میں مصروف ہی تھے، کہ ایک ہزار گھوڑے سوار فوج حر بن یزید کی قیادت میں مقابلہ پر آگئی، اور اُن کے مقابلہ پر آکر پڑاؤ ڈال دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ سب لوگ خوب پانی پی کر اور گھوڑوں کو پلا کر سیراب ہو جاؤ، حر بن یزید کو حصین بن نمیر

نے ایک ہزار سواروں کی فوج دے کر قادسیہ سے بھیجا تھا، یہ اور اس کا لشکر آکر حضرت حسینؓ کے مقابل ٹھہر گئے، یہانتک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا،

دشمن کی فوج نے بھی حضرت حسینؓ کے پیچھے نماز ادا کی!

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا، اور سب نماز کے لیے جمع ہو گئے، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فریق مقابل کو سنانے کے لیے ایک تقریر فرمائی، جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا،

"اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اور تمہارے سامنے یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں نے اس وقت تک یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک تمہارے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہیں پہنچے جن میں بیان کیا گیا تھا کہ اس وقت تک ہمارا کوئی امام اور امیر نہیں، آپ آجائیں تو اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنادیں،

میں تمہارے بلانے پر آگیا، اب اگر تم اپنے وعدوں اور عہدوں پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر کوفہ میں جاتا ہوں، اور اگر اب تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جاتا ہوں"

تقریر سن کر سب خاموش رہے، حضرت حسینؓ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور حر بن یزید سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ نماز

پڑھو گے یا ہمارے ساتھ، حُر نے کہا کہ نہیں آپ ہی نماز پڑھائیں، ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے، حضرت حسین رضؓ نے نماز ظہر پڑھائی، اور پھر اپنی جگہ تشریف لے گئے، حر بن یزید اپنی جگہ چلے گئے،

اس کے بعد نماز عصر کا وقت آیا تو پھر حضرت حسینؓ نے نماز پڑھائی اور سب شریک جماعت ہوئے، عصر کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا،

میدانِ جنگ میں حضرت حسینؓ کا دُوسرا خطبہ

خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

"اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور اہل حق کا حق پہچانو تو وہ اللہ تعالٰی کی رضا کا سبب ہو گا، ہم اہل بیت اس خلافت کے لیے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو حق کے خلاف اس کا دعوٰے کرتے ہیں، اور تم پر ظلم و جور کی حکومت کرتے ہیں، اور اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے جاہل ہو، اور اب تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو تمہارے خطوط میں لکھی تھی اور تمہارے قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں لوٹ جاتا ہوں"

(کامل ابن اثیر ص ۱۹ ج ۴)

اس وقت حر بن یزید نے کہا کہ ہمیں ان خطوط اور وفود کی کچھ خبر نہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس نے لکھے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دو تھیلے خطوط سے بھرے

ہوئے نکالے، اور ان کو ان لوگوں کے سامنے اُنڈیل دیا، حر نے کہا کہ بہرحال ہم ان خطوط کے لکھنے والے نہیں ہیں، اور ہمیں امیر کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچادیں، حضرت حسین رضؓ نے جواب دیا کہ اس سے تو موت بہتر ہے،

اس کے بعد حضرت حسین رضؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں اور واپس لوٹ جائیں، مگر اب حر بن یزید نے اس ارادہ سے روکا تو حضرت حسین رضؓ کی زبان سے نکلا "تمہاری ماں تمہیں روئے تم کیا چاہتے ہو" حر بن یزید نے کہا کہ بخدا اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا آدمی میری ماں کا نام لیتا تو میں اسے بتا دیتا اور اس کی ماں کا اسی طرح ذکر کرتا، لیکن تمہاری ماں کو برائی کے ساتھ ذکر کرنا کسی کی قدرت میں نہیں، حضرت حسین رضؓ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے، حر بن یزید نے کہا کہ ارادہ یہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچادوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، حر نے کہا کہ تو پھر میں بخدا آپ کو نہ چھوڑوں گا، کچھ دیر تک یہی ردوکد ہوتی رہی،

حُر بن یزید کا اعترافِ حق

پھر حُر نے کہا کہ مجھے آپ سے قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حکم یہ ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں، جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ پہنچائے

اور مدینہ، یہاں تک کہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں، اور آپ بھی یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں، شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی ایسا مخلص پیدا کر دیں کہ میں آپ کے مقاتلہ اور آپ کی ایذا سے بچ جاؤں،

اس لیے حضرت حسین رضؓ نے عذیب اور قادسیہ کے راستہ سے بائیں جانب چلنا شروع کر دیا، اور حُر مع اپنے لشکر کے ان کے ساتھ چلتا رہا، اسی اثناء میں حضرت حسین رضؓ نے پھر ایک خطبہ دیا، جس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

حضرتِ حسینؓ کا تیسرا خُطبہ

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کو حلال سمجھے اور اللہ کے عہد کو توڑ دے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور ظلم وعدوان کا معاملہ کرے، اور یہ شخص اس کے ایسے افعال واعمال دیکھنے کے باوجود کسی قول یا فعل سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اس کو بھی اسی ظالم بادشاہ کے ساتھ اسی کے مقام (دوزخ) میں پہنچا دے،

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید اور اس کے امراء وحکام نے شیطان کی پیروی کو اختیار کر رکھا ہے، اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلا دیا، حدود الٰہیہ کو معطل کر دیا، اسلامی بیت المال کو اپنی

ملک سمجھ لیا، اللہ کے حرام کو حلال کر ڈالا اور حلال کو حرام ٹھہرا دیا،

اور میں دوسروں سے زیادہ حقدار ہوں، اور میرے پاس تمہارے خطوط اور وفود تمہاری بیعت کا پیغام لے کر پہنچے ہیں، اور یہ کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے، اور میری جان کو اپنی جانوں کے برابر سمجھو گے،

اب اگر تم اپنی بیعت پر قائم ہو تو ہدایت پاؤ گے، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہؓ کا بیٹا ہوں، میری جان آپ لوگوں کی جانوں کے ساتھ اور میرے اہل وعیال آپ لوگوں کے اہل وعیال کے ساتھ، تم لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہیئے،

اور اگر تم ایسا نہیں کرتے بلکہ میری بیعت کو توڑتے ہو اور میرے عہد سے پھر جاتے ہو تو وہ تم لوگوں سے کچھ بعید نہیں، کیوں کہ یہی کام تم میرے باپ علی رضؓ اور بھائی حضرت حسن رضؓ اور چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو،

اور وہ آدمی بڑا فریب میں ہے جو تمہارے عہد و پیمان سے دھوکہ کھائے، سو تم نے خود اپنا آخرت کا حصہ ضائع کر دیا، اور اپنے حق میں ظلم کیا، اور جو شخص بیعت کر کے توڑتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے مستغنی فرما دیں، والسلام (کامل ابن اثیر)

خود ابن یزید نے خطبہ سن کر کہا کہ میں آپ کو اپنی جان کے بارے میں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیونکہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اگر آپ قتال کریں گے تو قتل کیے جائیں گے،

حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو موت سے ڈرانا چاہتے ہو، جو میں کہہ رہا ہوں، اس پر توجہ نہیں دیتے، میں آپ کے جواب میں صرف وہی کہہ سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کیلئے نکلنے والے ایک صحابی نے اپنے بھائی کی نصیحت کے جواب میں کہا تھا، بھائی نے اس سے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو قتل کر دیئے جاؤ گے، تو اس صحابی نے جواب میں یہ شعر پڑھے

سأمضی وما بالموت عار علی الفتیٰ — اذا ما نوی خیرا وجاھد مسلما

فان عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ اُلَمْ — کفیٰ بلکَ ذلا ان تعیش وترغما

"یعنی میں اپنے ارادہ کو پورا کروں گا اور موت میں کسی جوان کے لیے کوئی عار نہیں جب کہ اس کی نیت خیر ہو اور مسلمان ہو کر جہاد کر رہا ہو، پھر اگر میں زندہ رہ گیا تو نادم نہ ہوں گا، اور اگر مر گیا تو قابلِ ملامت نہ ہوں گا اور تمہارے لیے اس سے بڑی ذلت کیا ہے کہ ذلیل و خوار ہو کر زندہ رہو!"

حر بن یزید کچھ تو پہلے سے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتا تھا، کچھ خطبوں سے متاثر ہو رہا تھا، یہ کلام سُن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا،

طرماح بن عدی کا معرکہ میں پہنچنا

اسی حال میں چار آدمی کوفہ سے حضرت حسینؓ کے مددگار پہنچے، جن کا سردار طرماح بن عدی تھا، حر بن یزید نے چاہا کہ انہیں گرفتار کر لے یا واپس کر دے، مگر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ یہ میرے مددگار اور رفیق ہیں ان کی

ایسی ہی حفاظت کروں گا جیسے اپنی جان کی کرتا ہوں، حر بن یزید نے اُن کو آنے کی اجازت دے دی،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کوفہ کے حالات دریافت کیے، انہوں نے بتلایا کہ کوفہ کے جتنے سردار تھے ان سب کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئیں، اور ان کے تھیلے بھر دیے گئے، اب وہ سب آپ کے مخالف ہیں، البتہ عوام کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں، مگر اس کے باوجود جب مقابلہ ہوگا تو تلواریں ان کی بھی آپ کے مقابلہ پر آئیں گی،

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی جب حسینؓ کے ساتھیوں میں آکر شامل ہوئے تو آپ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ نہ کوئی قوت اور جماعت نہیں، اگر آپ کے قتال کے لیے حر بن یزید کے موجودہ لشکر کے سوا کوئی بھی نہ آئے تب بھی آپ اُن پر غالب نہیں آ سکتے، اور میں تو کوفہ سے نکلنے سے پہلے کوفہ کے سامنے آپ کے مقابلہ پر آنے والا اتنا بڑا لشکر دیکھ چکا ہوں جو اس سے پہلے کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھا تھا، میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ایک بالشت بھی ان کی طرف نہ بڑھیں، آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو اپنے پہاڑ آجا میں ٹھہرادوں گا جو نہایت محفوظ قلعہ جیسا ہے، ہم نے ملوک غسان اور ضمیر اور نعمان بن منذر کے مقابلہ میں اسی پہاڑ میں پناہ لی، اور ہمیشہ کامیاب ہوئے، آپ یہاں جا کر مقیم ہو جائیں، پھر آجا اور سلمیٰ

دونوں پہاڑوں پر بسنے والے قبیلہ طے کے لوگوں کو بلائیں، بخدا دس دن نہ گذریں گے کہ اس قبیلہ کے لوگ پیادہ اور سوار آپ کی مدد کے لیے آجائیں گے، اس وقت اگر آپ کی رائے مقابلہ ہی کی ہو تو میں آپ کے لیئے بیس ہزار بہادر سپاہیوں کا ذمہ لیتا ہوں، جو آپ کے سامنے اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے، اور جب تک ان میں کسی ایک کی آنکھ بھی کھلی رہے گی کسی کی مجال نہیں کہ آپ تک پہنچ سکے،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو جزائے خیر عطا فرمائے، مگر ہمارے اور حر بن یزید کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے اب ہم اس کے پابند ہیں، اس کے ساتھ کہیں جا نہیں سکتے، اور ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے، طرماح بن عدی رخصت ہو گئے اور اپنے ساتھ سامان رسد لے کر دوبارہ آنے کا وعدہ کر گئے، اور پھر آئے بھی، مگر راستہ میں حضرت حسینؓ کی شہادت کی غلط خبر سن کر لوٹ گئے،

حضرت حسینؓ کا خواب

اس طرف حضرت حسینؓ چلتے رہے، اور نصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے، یہاں پہنچ کر آپ کو ذرا غنودگی ہوئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہوئے بیدار ہوئے، آپ کے صاحبزادے علی اکبرؓ نے سُنا تو گھبرا کر سامنے آئے اور پوچھا، ابّا جان کیا بات ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی گھوڑے سوار میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ کچھ لوگ چل رہے ہیں،

اور ان کی موتیں اُن کے ساتھ چل رہی ہیں، اس سے میں سمجھا کہ یہ ہماری موت ہی کی خبر ہے،

علی اکبرؓ کا مومنانہ ثبات قدم

صاحب زادہ نے عرض کیا کہ ابا جان کیا ہم حق پر نہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگانِ خدا کا رجوع ہے کہ بلاشبہ ہم حق پر ہیں صاحبزادہ نے عرض کیا پھر ہمیں کیا ڈر ہے، جب کہ ہم حق پر مر رہے ہیں، حضرت حسینؓ نے ان کو شاباش دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے، تم نے اپنے باپ کا صحیح حق ادا کیا،

اس کے بعد حضرت حسینؓ پھر روانہ ہوئے، مقام نینوی تک پہنچے تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا، یہ سب اس کے انتظار میں اُتر گئے اُس نے آکر حرؓ بن یزید کو سلام کیا، حضرت حسینؓ کو سلام بھی نہ کیا، اور حُر کو ابن زیاد کا ایک خط پہنچایا، جس میں لکھا تھا کہ :-

"جس وقت تمہیں میرا یہ خط ملے تم حسین رضؓ پر میدان تنگ کردو اور اُن کو کھلے میدان کے سوا کسی پناہ کی جگہ میں نہ اُترنے دو اور ایسے میدان کی طرف لے جاؤ جہاں پانی نہ ہو اور میں نے اپنے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک میرے اس حکم کی تعمیل نہ کردو گے تمہارے ساتھ رہے گا"۔

یہ خط پڑھ کر حُر نے اس کا مضمون حضرت حسین رضؓ کو سُنا دیا، اور اپنی

مجبوری ظاہر کی، کہ اس وقت میرے سر پر جاسوس مسلط ہیں، میں کوئی مصالحت نہیں کر سکتا،

اصحاب حسینؓ کا ارادۂ قتال اور حسینؓ کا جواب کہ میں قتال میں پہل نہ کروں گا.

اس وقت حضرت حسینؓ کے ساتھیوں میں سے زہیر بن القینؓ نے عرض کیا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر آنے والی گھڑی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے، اور ہمارے لیے موجودہ لشکر سے قتال کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے جو اس کے بعد آئے گا، حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں قتال میں پہل نہیں کرنا چاہتا، زہیر بن القینؓ نے عرض کیا کہ آپ قتال کی ابتداء نہ کریں، بلکہ ہمیں اس بستی میں لے جائیں جو حفاظت کی جگہ ہے، اور دریائے فرات کے کنارہ پر ہے، اس پر اگر یہ لوگ ہمیں وہاں جانے سے روکیں تو ہم قتال کریں، آپ نے پوچھا کہ یہ کونسی بستی ہے، کہا گیا کہ عَقر ہے، آپ نے فرمایا کہ میں عقر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، عَقر کے لفظی معنی ہلاکت کے ہیں،

عمر بن سعد چار ہزار کا مزید لشکر لے کر مقابلہ پر پہنچ گیا

ابھی یہ حضرات اسی گفتگو میں تھے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے چار ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیج دیا، عمر بن سعد نے ہر چند چاہا کہ اس کو حضرت حسین رضؓ کے مقابلہ کی مصیبت سے نجات مل جائے،

مگر ابن زیاد نے کوئی بات نہ سنی اور ان کو مقابلہ کے لیے بھیج دیا،

عمر بن سعد یہاں پہنچا تو حضرت حسین رضؓ سے کوفہ آنے کی وجہ پوچھی، آپ نے پورا واقعہ بتلایا، اور یہ کہ میں اہل کوفہ کا بلایا ہوا آیا ہوں، اگر اب بھی ان کی رائے بدل گئی ہے تو واپس جانے کے لیے تیار ہوں،

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حسین رضؓ واپس جانے کے لیے تیار ہیں،

حضرت حسین رضؓ کا پانی بند کر دینے کا حکم

ابن زیاد نے جواب دیا کہ حسین رضؓ کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں، جب وہ ایسا کر لیں تو پھر ہم غور کریں گے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، اور عمر کو حکم دیا کہ حسین رضؓ اور ان کے رفقاء پر پانی بالکل بند کر دو، یہ واقعہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے، ان حضرات پر پانی بالکل بند کر دیا گیا، یہاں تک کہ جب یہ سب حضرات پیاس سے پریشان ہو گئے، تو حضرت حسین رضؓ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضؓ کو تیس سوار اور تیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لیے بھیج دیا، پانی لانے میں عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ بھی ہوا، مگر بالآخر وہ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے،

حضرت حسین اور عمر بن سعد کی ملاقات اور مکالمہ

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کے پاس پیغام بھیجا، کہ آج رات کو ہماری ملاقات اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ہو جانی چاہیئے تاکہ ہم سب کے سامنے گفتگو کریں، عمر بن سعد اس پیام کے مطابق رات کو ملے،

حضرت حسین کا ارشاد کہ تین باتوں میں سے کوئی اختیار کر لو

حضرت حسین رضہ نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں آپ تین صورتوں میں سے کوئی اختیار کر لو۔

۱، میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں واپس چلا جاؤں،
۲، یا میں یزید کے پاس پہنچ جاؤں اور خود اس سے اپنا معاملہ طے کروں،
۳، یا مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچا دو جو حال وہاں کے عام لوگوں کا ہو گا میں اسی میں بسر کروں گا،

بعض لوگوں نے آخری دو صورتوں کا انکار کیا ہے کہ حضرت حسین رضہ نے یہ دو صورتیں پیش نہیں فرمائیں،

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضہ کی یہ تقریر سن کر پھر ابن زیاد کو خط لکھا کہ۔

"اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھا دی، اور مسلمانوں کا کلمہ متفق کر دیا، مجھے حضرت حسین رضہ نے تین صورتوں کا اختیار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان میں آپ کا مقصد پورا ہوتا ہے اور

امت کی اس میں سلاح و فلاح ہے۔"

ابنِ زیاد کا ان شرطوں کو قبول کرنا اور شمر کی مخالفت

ابن زیاد بھی عمر بن سعد کے اس خط سے متاثر ہوا، اور کہا کہ یہ خط ایک ایسے شخص کا ہے جو امیر کی اطاعت بھی چاہتا ہے اور اپنی قوم کی عافیت کا بھی خواہشمند ہے۔ ہم نے اس کو قبول کر لیا،

شمر ذی الجوشن نے کہا کہ کیا آپ حسینؓ کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ قوت حاصل کر کے پھر تمہارے مقابلہ پر آئے، وہ اگر آج تمہارے ہاتھ سے نکل گئے، تو پھر بھی تم ان پر قابو نہ پا سکو گے، مجھے اس میں عمر بن سعد کی سازش معلوم ہوتی ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ راتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہیں، ہاں آپ حسین رضؓ کو اس پر مجبور کریں کہ وہ آپ کے پاس آجائیں، پھر آپ چاہیں سزا دیں چاہیں معاف کریں،

ابن زیاد نے شمر کی رائے قبول کر کے عمر بن سعد کو اسی مضمون کا خط اور خود شمر ذی الجوشن ہی کے ہاتھ عمر بن سعد کے پاس بھیجا، اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر عمر بن سعد اس حکم کی تعمیل فوراً نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جگہ تم خود لشکر کے امیر ہو،

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام

"اما بعد، میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم جنگ سے بچو،

یا اُن کو مہلت دو، یا اُن کی سفارش کرو، اگر حسینؓ اور ان کے
ساتھی میرے حکم پر صلح کرنا اور میرے پاس آنا چاہتے ہیں
تو ان کو صحیح سالم یہاں پہنچا دو، ورنہ ان سے جنگ کرو،
یہاں تک کہ ان کو قتل کرو، مثلہ کرو، کیوں کہ وہ اس کے مستحق
ہیں، پھر قتل کے بعد اُن کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند ڈالو
اگر تم نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو تم کو ایک فرمانبردار
کی طرح انعام ملے گا، اور اگر اس کی تعمیل نہیں کرتے تو ہمارے
لشکر کو فوراً چھوڑ دو، اور چارج شمر کے سپرد کر دو، والسّلام"

شمر یہ حکم اور خط لے کر روانہ ہونے لگا، تو اس کو خیال آیا کہ حضرت حسین رضؓ
کے ساتھیوں میں اور اس کے پھوپھی زاد بھائی عباسؓ، عبداللہ، جعفر، عثمان،
بھی ہیں، ابن زیاد سے ان چاروں کے لیے امان حاصل کیا، اور روانہ ہوگیا شمر
نے یہ پروانۂ امان کسی قاصد کے ہاتھ ان چاروں بزرگوں کے پاس بھیج دیا یہ
پروانہ دیکھ کر یک زبان ہو کر بولے کہ:-

"ہمیں امان دیا جاتا ہے اور ابن رسول اللہ کو امن نہیں دیا جاتا
ہمیں تمہارے امان کی حاجت نہیں، اللہ کا امان تمہارے
امان سے بہتر ہے، تجھ پر لعنت ہے اور تیرے امان پر بھی"

شمر یہ خط لے کر جب عمر بن سعد کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گئے کہ شمر کے مشورہ سے
یہ صورت عمل میں آئی ہے، کہ میرا مشورہ رد کر دیا گیا، اس کو کہا کہ تم نے بڑا
ظلم کیا کہ مسلمانوں کا کلمہ متفق ہو رہا تھا، اس کو ختم کر کے قتل و قتال کا بازار

گرم کر دیا، بالآخر حضرت حسین رضؓ کو یہ پیام پہنچایا گیا، آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرما دیا کہ اس ذلت سے موت بہتر ہے،

حضرت حسینؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

شمر ذی الجوشن اس محاذ پر محرم کی نویں تاریخ کو پہنچا تھا، حضرت امام حسینؓ اس وقت اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت میں کچھ اونگھ آکر آنکھ بند ہو گئی، اور پھر ایک آواز کے ساتھ بیدار ہو گئے، آپ کی ہمشیرہ زینب رضؓ نے یہ آواز سنی تو دوڑی آئیں، اور وجہ پوچھی، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، فرمایا کہ تم اب ہمارے پاس آنے والے ہو،

ہمشیرہ یہ سن کر رو پڑیں، حضرت حسینؓ نے تسلی دی، اسی حالت میں شمرؔ کا لشکر سامنے آگیا، آپ کے بھائی عباس رضؓ آگے بڑھے، اور حریف مقابل سے گفتگو ہوئی، اس نے بلا مہلت قتال کا اعلان سنایا، عباس رضؓ نے آکر حضرت حسین رضؓ کو اطلاع دی،

حضرت حسین رضؓ نے ایک رات عبادت گذاری کیلئے مہلت مانگی

حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آج کی رات قتال ملتوی کر دو، تاکہ میں آج کی رات میں وصیت اور نماز و دعا اور استغفار کر سکوں، شمر اور عمر بن سعد نے اور لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد مہلت دے دی اور واپس

ہو گئے،

حضرت حسینؓ کی تقریر اہل بیت کے سامنے

حضرت حسین رضؓ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی، یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا، اور ہمیں کان، اور آنکھ اور دل دیئے جن سے ہم آپ کی آیات سمجھیں، اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا، اور دین کی سمجھ عطا فرمائی، ہمیں آپ اپنے شکر گذار بندوں میں داخل فرمالیجئے"

اس کے بعد فرمایا کہ:۔

"میرے علم میں آج کسی شخص کے ساتھی ایسے وفا شعار نیکو کار نہیں ہیں جیسے میرے ساتھی، اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ ثابت قدم نظر آتے ہیں، آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمارا آخری دن ہے، میں آپ سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ سب اس رات کی تاریکی میں متفرق ہو جاؤ اور جہاں پناہ ملے چلے جاؤ، اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ

پکڑو ، اور مختلف علاقوں میں پھیل جاؤ، کیوں کہ دشمن میرا طلبگار ہے وہ مجھے پائے گا تو دوسروں کی طرف التفات نہ کرے گا"

یہ تقریر سن کر آپ کے بھائی اور اولاد اور بھائیوں کی اولاد اور عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے یک زبان ہو کر بولے، کہ واللہ ہم ہرگز ایسا نہ کرینگے ہمیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد باقی نہ رکھے،

پھر بنو عقیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارے ایک بزرگ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں وہی کافی ہیں، تم سب واپس ہو جاؤ، میں تمہیں خوشی سے اجازت دیتا ہوں، انہوں نے کہا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے، کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کو موت کے سامنے چھوڑ کر اپنی جان بچا لائے، بلکہ واللہ ہم آپ پر اپنی جانیں اور اولاد و اموال قربان کر دیں گے۔

مسلم بن عوسجہ نے اسی طرح کی ایک جوشیلی تقریر کی کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں آپ کے سامنے قتال کرتا ہوا جان دے دوں گا،

آپ کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ بے قرار ہو کر رونے لگیں، تو آپ نے تسلی دے دی اور یہ وصیت فرمائی:۔

حضرت حسینؓ کی وصیت اپنی ہمشیرہ اور اہل بیت کو

"میری بہن میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت پر تم

کپڑے پھاڑنا یا سینہ کوبی وغیرہ ہرگز نہ کرنا، آواز سے رونے چلّانے سے بچنا"۔ [1]

یہ وصیت فرما کر باہر آ گئے، اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے تمام شب تہجد اور دعاء و استغفار میں مشغول رہے، یہ عاشوراء کی رات تھی، صبح کو یوم عاشوراء روز جمعہ اور ایک روایت کے موافق روز شنبہ تھا، صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہی عمر بن سعد لشکر لے کر سامنے آ گیا، حضرت حسین رضؓ کے ساتھ اس وقت کل بہتر اصحاب تھے، بتیس سوار اور چالیس پیادہ آپ نے بھی مقابلہ کے لیے اپنے اصحاب کی صف بندی فرمائی،

حُر بن یزید حضرت حسینؓ کے ساتھ

عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو چار حصّوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصّہ کا ایک امیر بنایا تھا، ان میں سے ایک حصہ کا امیر حر بن یزید تھا، جو سب سے پہلے ایک ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا، اور حضرت حسین رضؓ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، اس کے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت کا جذبہ بیدار ہو چکا تھا، اس وقت اپنی سابقہ کارروائی پر نادم ہو کر حضرت حسین رضؓ کے قریب ہوتے ہوتے یکبارگی گھوڑا دوڑا کر حضرت حسینؓ کے لشکر میں آ ملے

[1] افسوس ہے کہ آج حضرت حسین رضؓ سے محبت کا دعوی کرنے والے ہی آپ کی اس آخری وصیت کی نہ صرف مخالفت کرتے ہیں بلکہ اس کو دینی شعار سمجھ کر ادا کرتے ہیں، انا للہ

۱۲ محمد شفیع

اور عرض کیا کہ میری ابتدائی غفلت اور آپ کو واپسی کے لیے راستہ نہ دینے کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوا جو ہم دیکھ رہے ہیں واللہ مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف اس حد تک پہنچ جائیں گے، اور آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے، اگر میں یہ جانتا تو ہرگز آپ کو نہ روکتا، میں اب تائب ہو کر آیا ہوں اس لیے اب میری سزا اور توبہ یہی ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ قتال کرتا ہوا جان دے دوں،، اور ایسا ہی ہوا،

دونوں لشکروں کا مقابلہ، حضرت حسینؓ کا لشکر کو خطاب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آگے بڑھکر آواز بلند فرمایا؟

ایھا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلونی حتی اعظھم بما یجب لکم علیّ وحتی اعتذر الیکم مقدمی علیکم فان قبلتم عذری وصدقتم قولی وانصفتمونی کنتم بذلک اسعد ولم یکن لکم علیّ سبیل وان لم تقبلوا منی العذر فاجمعوا امرکم وشرکائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین،

لوگو میری بات سنو، جلدی نہ کرو تاکہ میں حق نصیحت ادا کر دوں جو میرے ذمہ ہے اور تاکہ میں تمہیں اپنے یہاں آنے کی وجہ بتلا دوں پھر اگر تم میرا عذر قبول کر و اور میری بات کو سچا جانو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو اس میں تمہاری فلاح و سعادت ہے اور پھر تمہارے لیے میرے قتال کا کوئی راستہ نہیں اور اگر تم میرا عذر قبول نہ کرو تو تم سب مل کر متفق کر دو اپنا کام اور جمع کر لو اپنے شریکوں کو پھر تمہیں تم کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گذرو میرے ساتھ اور مجھکو مہلت نہ دو،

(یہ وہ الفاظ ہیں جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے تھے ۔ مترجم)

بہنوں کی گریہ وزاری اور حضرت حسینؓ کا اس سے روکنا

حضرت حسینؓ کے یہ کلمات بہنوں اور عورتوں کے کان میں پڑے تو ضبط نہ کر سکیں رونے کی آوازیں بلند ہو گئیں، حضرت حسینؓ نے اپنے بھائی عباسؓ کو بھیجا کہ ان کو نصیحت کر کے خاموش کر دیں، اور اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ پر رحم فرمائے انہوں نے صحیح کہا تھا کہ عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔

حضرت حسینؓ کا درد انگیز خطبہ

حضرت حسینؓ جب دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے متوجہ کر چکے اور عورتوں کو خاموش کر دیا تو ایک درد انگیز و نصیحت آمیز، بلیغ و بے نظیر خطبہ دیا،

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد فرمایا:-

"اے لوگو! تم میرا نسب دیکھو میں کون ہوں، پھر اپنے دلوں میں غور کرو، کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم مجھے قتل کرو، اور میری عزت پر ہاتھ ڈالو، کیا میں تمہارے نبیؐ کی صاحبزادیؓ کا بیٹا نہیں ہوں کیا میں اس باپؓ کا بیٹا نہیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی اور وصی اولی المومنین باللہ

---

۱ حضرت حسین کے خطبہ کے یہ الفاظ ابن اثیر نے نقل کیے ہیں اور میں نے شروع رسالہ میں اس پر تنبیہ کر دی ہے کہ میں نے تاریخی حیثیت سے ابن اثیر کی تاریخ کو مستند سمجھ کر اس کی روایات نقل کی ہیں لیکن اس کا مستند ہونا صرف تاریخی واقعات تک ہے تاریخی روایات کے الفاظ سے احکام عقائد یا احکام حلال و حرام اخذ نہیں کیے جا سکتے اس کیلئے محدثانہ تنقید کے بعد جو الفاظ ثابت ہوں صرف انہیں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے خطبہ کے الفاظ میں حضرت علی رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی اور اولی المومنین باللہ کہا گیا ہے اول تو ان دونوں لفظوں سے وہ بات ثابت نہیں ہوتی جو اہل تشیع سنت کے خلاف بیان کرتے ہیں، (باقی صفحہ ۷۸ پر)

تھا، کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے کیا تمہیں یہ حدیث مشہور نہیں پہنچی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی حسنؓ کو سید شباب اہل الجنۃ اور قرۃ عین اہل السنۃ فرمایا ہے، اگر تم میری بات کی تصدیق کرتے ہو، اور واللہ میری بات بالکل حق ہے۔ میں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو تمہارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے، پوچھو جابر بن عبد اللہ سے دریافت کرو ابو سعید یا سہل بن سعد سے معلوم کرو زید بن ارقم یا انس سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ بیشک یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے، کیا یہ چیزیں تمہارے لیے میرا خون بہانے سے روکنے کو کافی نہیں، مجھے بتلاؤ کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے جس کے قصاص میں مجھے قتل کر رہے ہو یا میں نے کسی کا مال لُوٹا ہے یا کسی کو زخم لگایا ہے۔"

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رؤساء کوفہ کا نام لے کر پکارا، اے شبث بن ربعی، اے حجاز بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث، کیا تم لوگوں نے مجھے بلانے کیلئے خطوط نہیں لکھے، یہ سب لوگ مُکر گئے، کہ ہم نے نہیں لکھے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے خطوط موجود ہیں،

(بقیہ حاشیہ ص۷۷ کا) اور بالفرض ان لفظوں کے وہی معنے لیے جائیں تو پھر ابن اثیر کی یہ روایت دوسری احادیث صحیح کی روایات کے مقابلہ میں متروک ہوگی جس کی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہے یہ جگہ ان بحثوں کی نہیں، رسالہ تذکرہ کراچی میں اس پر تنقید کی گئی تھی اس لیے ان کے شکریہ کے ساتھ اس حاشیہ کا اضافہ کرتا ہوں۔ اور بھی چند جگہ لفظی اصطلاحات کا مشورہ قبول کر کے ترمیم کر دی گئی ہے ۱۲ محمد شفیع ۲ محرم ۷۶ھ۔

اس کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! اگر تم میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی ایسی زمین میں چلا جاؤں جہاں مجھے امن ملے"

قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کے حکم پر کیوں نہیں اُتر آتے، وہ پھر آپکے بھائی ہیں، آپ کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں گے، حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ مسلم بن عقیل کے قتل کے بعد بھی تمہاری یہی رائے ہے، واللہ میں کبھی اس کو قبول نہ کروں گا، یہ فرما کر حضرت حسینؓ گھوڑے سے اُتر آئے،

اس کے بعد زہیر بن القینؓ کھڑے ہوئے، اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ آلِ رسول کے خون سے باز آجائیں، اور بتلایا کہ اگر تم اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے اور ابن زیاد کا ساتھ دیا، تو خوب سمجھ لو کہ تم کو بھی ابن زیاد سے کوئی فلاح نہ پہنچے گی، وہ تم کو بھی قتل و غارت کرے گا، ان لوگوں نے زہیر کو برا بھلا کہا، اور ابن زیاد کی تعریف کی، اور کہا کہ ہم تم سب کو قتل کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجیں گے،

زہیرؓ نے پھر کہا کہ ظالمو! اب بھی ہوش میں آؤ، فاطمہؓ کا بیٹا سمیہ کے بیٹے (ابن زیاد) سے زیادہ محبت و اکرام کا مستحق ہے، اگر تم ان کی امداد نہیں کرتے تو ان کو اور ان کے چچازاد بھائی یزید کو چھوڑ دو، کہ وہ آپس میں نبٹ لیں، بخدا یزید بن معاویہؓ تم سے اس پر ناراض نہ ہو گا،

جب گفتگو طویل ہونے لگی تو شمر نے پہلا تیر ان پر چلا دیا، اس کے بعد حر بن یزیدؒ جو اب تائب ہو کر حضرت حسین رضؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے،

آگے بڑھے اور لوگوں کو خطاب کیا۔

"اے اہلِ کوفہ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ، کیا تم نے ان کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ آجائیں تو تم ان کو قتل کرو، تم نے کہا تھا کہ ہم اپنی جان و مال آپ پر قربان کریں گے، اور اب تم ہی ان کے قتل کے درپے ہو، ان کو اس کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ خدا کی طویل و عریض زمین میں کہیں چلے جائیں، جہاں ان کو اور اہلِ بیت کو امن ملے، ان کو تم نے قیدیوں کی مثل بنا لیا ہے اور دریائے فرات کا جاری پانی ان پر بند کر دیا ہے جس کو یہودی، نصرانی، مجوسی، سب پیتے ہیں، اور جس میں اس علاقے کے خنزیر لوٹتے ہیں، حسین رضؓ اور ان کے اہل بیت پیاس سے بے ہوش ہو رہے ہیں، تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن سے ان کی اولاد کے بارے میں نہایت شرمناک سلوک کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تم کو پیاسا رکھے، اگر توبہ نہ کرو، اور اپنی حرکت سے باز نہ آؤ"

اب حُر بن یزید پر بھی تیر پھینکے گئے، وہ واپس آگئے، اور حضرت حسینؓ کے آگے کھڑے ہو گئے، اس کے بعد تیر اندازی کا سلسلہ شروع ہو گیا، پھر گھمسان کی جنگ ہوئی، فریق مخالف کے بھی کافی آدمی مارے گئے حضرت حسین رضؓ کے رفقاء بھی بعض شہید ہوئے، حر بن یزید نے حضرت حسینؓ کے ساتھ ہو کر شدید قتال کیا، بہت سے دشمنوں کو قتل کیا، مسلم بن عوسجہ رضؓ

زخمی ہو کر گر گئے، حبیب بن مظاہرؓ ان کے پاس آئے، اور کہا کہ جنت کی خوشخبری تمہارے لئے ہے، اگر میں یہ جانتا کہ میں بھی تمہارے پیچھے شہید ہونے والا ہوں تو میں تم سے تمہاری وصیت دریافت کرتا، انہوں نے کہا کہ ہاں میں ایک وصیت کرتا ہوں، اور حضرت حسین رضؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جب تک زندہ ہو ان کی حفاظت کرنا،

اس کے بعد شقی و بدبخت شمر نے چاروں طرف سے حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء پر حملہ بول دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، کوفہ کے لشکر پر جس طرف حملہ کرتے تھے میدان صاف ہو جاتا تھا، جب عروہ بن قیس نے یہ حالت دیکھی تو عمر بن سعد سے مزید کمک طلب کی، اور شیث بن ربعی سے کہا کہ تم کیوں آگے نہیں بڑھتے اس وقت شیث سے نہ رہا گیا، اور کہا کہ تم سب گمراہ ہو، ابن علی جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں، ان سے قتال کرتے ہو اور سمیہ زانیہ کے لڑکے ابن زیاد کا ساتھ دیتے ہو،

عمرو بن سعد نے جو کمک اور تازہ دم پانسو سپاہی بھیجے، یہ آکر مقابلہ پر ڈٹ گئے، اصحاب حسین رضؓ نے اس کا بھی نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور گھوڑے چھوڑ کر میدان میں پیادہ آ گئے، اس وقت بھی حر بن یزید نے سخت قتال کیا، اب دشمن نے خیموں میں آگ لگانا شروع کی،

گھمسان جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے تھے، اور دشمن کے

دستے حضرت حسین رضؓ کے قریب پہنچ چکے تھے، ابو شمامہ صائدی نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان ہو میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے قتل کیا جاؤں لیکن یہ دل چاہتا ہے کہ ظہر کا وقت ہو چکا ہے، یہ نماز ادا کر کے پروردگار کے سامنے جاؤں حضرت حسینؓ نے باآواز بلند فرمایا کہ جنگ ملتوی کرو، یہاں تک کہ ہم نماز پڑھ لیں، ایسی گھمسان جنگ میں کون سنتا تھا طرفین سے قتل وقتال جاری تھا، اور ابو شمامہؓ اسی حالت میں شہید ہو گئے، اس کے بعد حضرت حسینؓ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کے مطابق ادا فرمائی،

نماز کے بعد پھر قتال شروع کیا، اب یہ لوگ حضرت حسینؓ تک پہنچ چکے تھے، حنفی حضرت حسینؓ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے، اور سب تیر اپنے بدن پر کھاتے رہے، یہاں تک زخموں سے چور ہو کر گر گئے، اس وقت زہیر بن القینؓ نے حضرت حسین رضؓ کی مدافعت میں سخت قتال کیا، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے، اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بجز چند رفیقوں کے کوئی نہ رہا تھا، اور یہ رفقاء بھی دیکھ رہے تھے کہ ہم نہ حضرت حسینؓ کو بچا سکتے ہیں نہ خود بچ سکتے ہیں، تو اب اُن میں سے ہر شخص کی یہ خواہش تھی، کہ میں حضرت حسینؓ کے سامنے پہلے شہید ہو جاؤں، اس لیے ہر شخص نہایت شدت و شجاعت سے مقابلہ کر رہا تھا، اسی میں حضرت حسین رضؓ کے بڑے صاحبزادے علی اکبرؓ یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ؎

اَنَا ابْنِ علی بن الحسین بن علی — نحن ورب البیت اولی بالنبی

"یعنی میں حسین بن علی کا بیٹا ہوں، قسم ہے رب البیت کی کہ ہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں"

کم بخت مرہ ابن منقذ نے اُن کو نیزہ مار کر گرا دیا، پھر کچھ اور شقی آگے بڑھے اور لاش کے ٹکڑے کر دیئے[1]، حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور کہا، خدا تعالےٰ اس قوم کو برباد کرے جس نے تجھ کو قتل کیا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے بیوقوف ہیں تیرے بعد اب زندگی پر خاک ہے، ان کی لاش اٹھا کر خیمہ کے پاس لائی گئی، عمرو بن سعد نے قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار ماری وہ گر پڑے، اور ان کے منہ سے نکلا یا عماہ، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر ان کو سنبھالا، اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا، کہنی سے اس کا ہاتھ کٹ گیا، حضرت حسینؓ اپنے بھتیجے قاسمؓ کی لاش کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر لائے، اور اپنے بیٹے اور دوسرے اہل بیت کے برابر لٹا دیا، اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقریباً تنہا بے یار و مددگار رہ گئے،

لیکن ان کی طرف بڑھنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی، اسی طرح بہت دیر تک یہی کیفیت رہی، کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا اُسی طرح لوٹ جاتا، اور حضرت حسین رضؓ کے قتل اور اس کے گناہ کو اپنے سر لینا نہ چاہتا تھا، یہاں تک کہ قبیلۂ کندہ کا ایک شقی القلب مالک بن نسیر آگے بڑھا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار سے حملہ کیا، آپ شدید زخمی ہو گئے، اپنے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ رضؓ کو بلایا، اور اپنی گود میں بٹھا لیا، بنی اسد کے ایک بدنصیب نے ان کو بھی تیر مار کر ہلاک کر دیا، حضرت حسین رضؓ نے

---

[1] بعض واقعات شہادت لکھنے والوں نے عبداللہ رضؓ کو علی اصغر لکھا ہے مگر مستند یہ ہے کہ علی اصغر حضرت علی ابن الحسین زین العابدینؓ کا نام ہے جو شہید نہیں ہوئے ۱۲ ابن کثیر ۱۲

اس معصوم بچہ کا خون لے کر زمین پر بکھیر دیا، اور دعاء کی، یا اللہ تو ہی ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے،

اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس حد کو پہنچ چکی تھی، آپ پانی پینے کے لیے دریائے فرات کے قریب تشریف لے گئے، ظالم حصین بن نمیر نے آپ کے منہ پر نشانہ کر کے تیر پھینکا، جو آپ کو لگا، اور دہن مبارک سے خون جاری ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

حضرت حسینؓ کی شہادت

س کے بعد شمر دس آدمی ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، حضرت حسینؓ شدید پیاس اور اتنے زخموں کے باوجود ان کا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے، اور جس طرف حضرت حسینؓ بڑھتے یہ بھاگتے نظر آتے تھے، اہل تاریخ نے کہا ہے کہ یہ ایک بے نظیر واقعہ ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اہل بیت قتل کر دیے گئے ہیں، اس کو خود شدید زخم لگے ہوئے ہوں، اور وہ پانی کے ایک ایک قطرہ سے محروم ہو اور وہ اس قوت اور ثبات قدمی سے مقابلہ کر رہا ہے کہ جس طرف رخ کرتا ہے مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگتے ہیں،

شمر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حسین رضؓ کے قتل کرنے سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے تو آواز دی کہ سب یکبارگی حملہ کرو، اس پر بہت سے بدنصیب آگے بڑھے، نیزوں اور تلواروں سے یکبارگی حملہ کیا، اور یہ ابن رسول اللہ، خیر خلق اللہ فی الارض ظالموں کا دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، اِنَّا لِلّٰہِ

وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ،

شمر نے خولی بن یزید سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو، وہ آگے بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے، پھر شقی بد بخت سنان بن انس نے یہ کام انجام دیا، آپ کی لاش کو دیکھا تو تینتیس زخم نیزوں کے اور چونتیس زخم تلواروں کے آپ کے بدن پر تھے، تیروں کے زخم ان کے علاوہ، فرضی اللہ عنہم وارضاہ ورزقنا حبہ وحب من والاہ،

حضرت حسینؓ اور عام اہل بیت کے قتل سے فارغ ہو کر یہ ظالم علی اصغر حضرت زین العابدین رضؓ کی طرف متوجہ ہوئے، شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا، حمید بن مسلم نے کہا کہ سبحان اللہ تم بچہ کو قتل کرتے ہو، اور جب کہ وہ مریض بھی ہے، شمر نے چھوڑ دیا، عمر بن سعد آگے آئے اور کہا کہ ان عورتوں کے خیمہ کے پاس کوئی نہ جائے، اور اس مریض بچہ سے کوئی تعرض نہ کرے،

لاش کو روندا گیا

ابن زیاد شقی کا حکم تھا کہ قتل کے بعد لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روندا جائے، عمر بن سعد نے چند سواروں کو حکم دیا، انہوں نے یہ بھی کر ڈالا، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ،

مقتولین اور شہداء کی تعداد

جنگ کے خاتمہ پر مقتولین کی شمار کی گئی تو حضرت حسینؓ کے اصحاب

میں بہتّر حضرات شہید ہوئے، اور عمر بن سعد کے لشکر کے اٹھاسی سپاہی مارے گئے، حضرت حسین رضؓ اور ان کے رفقاء کو اہل غاضریہ نے ایک روز بعد دفن کیا،

حضرت حسینؓ اور اُن کے رفقاء کے سر ابن زیاد کے دربار میں

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ان حضرات کے سر کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیے، ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے سب سروں کو سامنے رکھا، اور ایک چھڑی سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دہنِ مبارک کو چھونے لگا، زید بن ارقمؓ سے نہ رہا گیا، اور بول اُٹھے کہ چھڑی ان متبرک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹا لے، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے، یہ کہہ کر رو پڑے، ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم سن رسیدہ بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری بھی گردن مار دیتا، زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے باہر آگئے کہ اے قوم عرب تم نے سیدۃ النساء فاطمہؓ کے بیٹے کو قتل کر دیا، اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنا لیا، وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرے گا، اور شریروں کو غلام بنائے گا، تمہیں کیا ہوا کہ اس ذلت پر راضی ہو گئے،

بقیۂ اہلِ بیت کوفہ میں ۔۔۔ اور ۔۔۔ ابنِ زیاد سے مکالمہ

عمر ابن سعد دو روز کے بعد بقیہ اہل بیت حضرت حسینؓ کی بیٹیوں اور

بہنوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے لیے نکلے، تو حضرت حسینؓ اور ان کے اصحاب کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، عورتوں بچوں کے سامنے یہ منظر آیا تو کہرام مچ گیا، اور گویا زمین و آسمان رونے لگے، عمر بن سعد نے ان سب اہل بیت کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا، تو حضرت حسین رضؓ کی ہمشیرہ زینبؓ بہت میلے اور خراب کپڑے پہن کر پہنچیں، اور ان کی باندیاں ان کے ارد گرد تھیں، اور ایک طرف جا کر خاموش بیٹھ گئیں، ابن زیاد نے پوچھا، یہ علیحدہ بیٹھنے والی کون ہے، زینبؓ نے جواب نہ دیا، کئی مرتبہ اسی طرح دریافت کیا، مگر زینبؓ خاموش رہیں جب کسی لونڈی نے کہا کہ یہ زینبؓ بنت فاطمہؓ ہیں، ابن زیاد بولا، شکر ہے اللہ کا جس نے تمہیں رسوا کیا، اور قتل کیا، اور تمہاری بات کو جھوٹا کیا، اس پر حضرت زینب رضؓ کڑک کر بولیں، شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں محمد مصطفےٰؐ کے نسب سے شرف بخشا، اور قرآن میں ہمارے پاک کرنے کو بیان کیا، رسوا وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے،

ابن زیاد نے غصہ میں آکر کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے غیظ سے شفا دی اور تمہارے سرکش کو ہلاک کیا، حضرت زینبؓ کا دل بھر آیا، رونے لگیں اور کہا کہ تو نے ہمارے سب چھوٹوں بڑوں کو قتل کر دیا، اگر یہی تیری شفا ہے تو شفا سمجھ لے،

اس کے بعد ابن زیاد علی اصغر رضؓ کی طرف متوجہ ہوا، اُن کا نام پوچھا، بتلایا کہ علی نام ہے، اس نے کہا وہ تو قتل کر دیا گیا، علی اصغر رضؓ نے بتلایا کہ وہ میرے بڑے بھائی تھے، اُن کا نام بھی علی تھا، ابن زیاد نے ان کو بھی قتل

کرنے کا ارادہ کیا، تو علی اصغر رضؓ نے کہا کہ میرے بعد ان عورتوں کا کون کفیل ہوگا، ادھر حضرت زینب رضؓ ان کی پھوپی ان کو لپٹ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابن زیاد کیا ابھی تک ہمارے خون سے تیری پیاس نہیں بجھی، میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں اگر تو ان کو قتل کرے تو ہم کو بھی ان کے ساتھ قتل کر دے،

علی اصغر رضؓ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد اگر تیرے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی قرابت ہے تو ان کے ساتھ کسی صالح متقی مسلمان کو بھیجنا، جو اسلام کی تعلیم کے مطابق ان کی رفاقت کرے، یہ سن کر ابن زیاد نے کہا اچھا اس لڑکے کو چھوڑ دو کہ خود اپنی عورتوں کے ساتھ جائے،

اس کے بعد ابن زیاد نے ایک نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں حسین رضؓ اور علی رضی اللہ عنہما پر سب و شتم کیا، مجمع میں عبداللہ بن عفیف ازدی بھی تھے، کھڑے ہو گئے جو نابینا تھے، اور ہمہ وقت مسجد میں رہتے تھے، کہا، اے ابن زیاد تو کذاب بن کذاب ہے، انم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو، اور صدیقین کی سی باتیں بناتے ہو، ابن زیاد نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو اُن کے قبیلہ کے لوگ چھڑانے کے لیے کھڑے ہو گئے، اس لیے چھوڑ دیے گئے،

حضرت حسین رضؓ کے سرِ مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا پھر یزید کے پاس شام بھیجا گیا

ابن زیاد کی شقاوت نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ حکم دیا کہ حضرت حسین رضؓ کے سر کو ایک لکڑی پر رکھ کر کوفہ کے بازاروں میں اور گلی کوچوں میں گھمایا جائے

کہ سب لوگ دیکھ لیں، اس کے بعد اس کو اور دوسرے اصحاب کے سروں کو یزید کے پاس ملکِ شام بھیج دیا، اور اسی کے ساتھ عورتوں، بچّوں کو بھی روانہ کیا یہ لوگ شام پہنچے تو انعام کے شوق میں حر بن قیس جوان کو لے کر گیا تھا فوراً یزید کے پاس پہنچا یزید نے پوچھا کیا خبر ہے، اس نے میدانِ کربلا کے معرکہ کی تفصیل بتلا کر کہا کہ امیر المومنین کو بشارت ہو کہ مکمل فتح حاصل ہوئی، یہ سب مارے گئے، اور ان کے سر عورتیں اور بچّے حاضر ہیں،

یہ حال سُن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور کہا کہ میں تم سے اتنی ہی اطاعت چاہتا تھا کہ بغیر قتل کے گرفتار کر لو، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے اس نے ان کو قتل کرا دیا، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو میں معاف کر دیتا اللہ تعالیٰ حسینؓ پر رحم فرماوے، یہ کہا اور اس شخص کو کوئی انعام نہیں دیا،

سرِ مبارک جس وقت یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، حضرت حسینؓ کے دانتوں پر چھڑی لگا کر حصین بن ہمام کے یہ اشعار پڑھے ؎

اِلیٰ قومنا ان ینصفونا فانصفت	قواضب فی ایماننا تقطر الدما
یفلقن ھاما من رجال اعزۃ	علینا وھم کانوا اعق واظلما

"یعنی ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو پھر ہماری خونچکاں تلواروں نے انصاف کیا جنہوں نے ایسے مردوں کے سر پھاڑ دیئے جو ہم پر سخت تھے، اور وہ تعلقات قطع کرنے والے ظالم تھے،

ابو ہرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ نے کہا اے یزید تو اپنی چھڑی

حسینؓ کے دانتوں پر لگاتا ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان کو بوسہ دیتے تھے، اے یزید قیامت کے روز تو آئے گا تو تیری شفاعت ابن زیاد ہی کرے گا، اور حسینؓ آئیں گے تو ان کے شفیع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، یہ کہہ کر ابو ہرزہ رضؓ مجلس سے نکل گئے،

یزید کے گھر میں ماتم

جب یزید کی بیوی ہند بنت عبداللہ نے یہ خبر سنی کہ حضرت حسین رضؓ قتل کر دیئے گئے، اور ان کا سر لایا گیا ہے تو کپڑا اوڑھ کر باہر نکل آئی، اور کہنے لگی امیر المومنین کیا ابن بنت رسول اللہؐ کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا، اس نے کہا، ہاں، خدا ابن زیاد کو ہلاک کرے، اس نے جلدی کی، اور قتل کر ڈالا، ہند یہ سُن کر رو پڑی

یزید نے کہا کہ حسینؓ نے یہ کہا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں یزید کی ماں سے اور میرے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید کے دادا سے بہتر ہیں، ان میں پہلی بات کہ میرا باپ بہتر ہے یا اُن کا اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کریگا وہ دونوں وہاں پہنچ چکے ہیں، اللہ ہی جانتا ہے اس نے کس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور دوسری بات کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں تو میں قسم کھاتا ہوں کہ بیشک صحیح ہے، ان کی والدہ فاطمہ رضؓ میری والدہ سے بہتر ہیں،

رہی تیسری بات کہ ان کے دادا میرے دادا سے بہتر ہیں، سو یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مسلمان جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہے اس کے خلاف

نہیں کہہ سکتا، ان کی یہ سب باتیں صحیح و درست تھیں مگر جو آفت آئی وہ ان کی سمجھ کی وجہ سے آئی، انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء،

اس کے بعد عورتیں، بچے یزید کے سامنے لائے گئے، اور سر مبارک اس مجلس میں رکھا ہوا تھا، حضرت حسینؓ کی دونوں صاحبزادیاں فاطمہؓ اور سکینہؓ پنجوں کے بل کھڑے ہو کر سر مبارک کو دیکھنا چاہتی تھیں، اور یزید ان کے سامنے کھڑا ہو کر چاہتا تھا کہ نہ دیکھیں جب اُن کی نظر اپنے والد ماجد کے سر پر پڑی تو بے ساختہ رونے کی آواز نکل گئی، اُن کی آواز سُن کر یزید کی عورتیں بھی چلا اُٹھیں، اور یزید کے محل میں ایک ماتم برپا ہو گیا،

یزید کے دربار میں زینبؓ کی دلیرانہ گفتگو

ایک شامی شخص نے صاحبزادی کے متعلق ناشائستہ الفاظ کہے تو ان کی پھوپی زینبؓ نے نہایت سختی سے کہا کہ نہ تجھے کوئی حق ہے نہ یزید کو، اس پر یزید برہم ہو کر کہنے لگا کہ مجھے سب اختیار حاصل ہے، زینبؓ نے فرمایا کہ واللہ جب تک تو ہمارے ملت و مذہب سے نہ نکل جائے تجھے کوئی اختیار نہیں، یزید اس پر اور زیادہ برہم ہوا، حضرت زینبؓ نے پھر تیزی سے جواب دیا، بالآخر خاموش ہو گیا،

اہل بیت کی عورتیں یزید کی عورتوں کے پاس

اس کے بعد ان کو زنانخانہ میں اپنی عورتوں کے پاس بھیج دیا، یزید کی

عورتوں میں سے کوئی نہ رہی، جس نے اُن کے پاس آکر گریہ و بکا اور ماتم نہ کیا ہو، اور جو زیورات وغیرہ ان سے لے لیے گئے تھے اُن سے زائد اُن عورتوں نے اُن کی خدمت میں پیش کیے،

علی بن حسینؓ یزید کے سامنے

اس کے بعد علی اصغر رضی اللہ عنہ ہتکڑیوں اور بیڑیوں میں سامنے لائے گئے، انہوں نے سامنے آکر کہا کہ اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قید میں دیکھتے تو ہماری قید کھول دیتے، یزید نے کہا سچ ہے، اور قید کھول دینے کا حکم دے دیا، اس کے بعد علی اصغرؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح مجلس میں بیٹھا ہوا دیکھتے تو اپنے قریب بلا لیتے یزید نے ان کو اپنے قریب بلا لیا، اور کہا کہ اے علی بن حسینؓ تمہارے والد نے ہی مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو نہ پہچانا اور میری سلطنت کے خلاف بغاوت کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کیا جو تم نے دیکھا،

علی اصغرؓ نے قرآن کی آیت پڑھی، مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے زمین میں یا تمہاری جانوں پر، سو وہ کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے زمین کے پیدا کرنے سے

قبل، اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے (اور تمام کاموں کا تابع تقدیر ہونا) اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے اس پر زیادہ غم نہ کرو، اور جو چیز مل جائے اس پر زیادہ خوش نہ ہو، اللہ تعالیٰ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔"

یزید یہ سن کر خاموش ہو گیا، پھر حکم دیا کہ ان کو اور ان کی عورتوں کو ایک مستقل مکان میں رکھا جائے، اور یزید کوئی ناشتہ اور کھانا نہ کھاتا تھا جس میں علی بن حسینؓ کو نہ بلاتا ہو، ایک روز ان کو بلایا تو ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی عمرو ابن الحسینؓ بھی آگئے، یزید نے عمرو بن الحسینؓ سے بطور مزاح کہا کہ تم اس لڑکے (یعنی اپنے لڑکے خالد) سے مقابلہ کر سکتے ہو، عمروؓ نے کہا ہاں کر سکتا ہوں، بشرطیکہ آپ ایک چھری اُن کو دے دیں اور ایک مجھے، یزید نے کہا کہ آخر سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے،

بعض روایات میں ہے کہ یزید شروع میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھا، اور ان کا سر مبارک لایا گیا تو خوشی کا اظہار کیا اس کے بعد جب یزید کی بدنامی سارے عالم اسلام میں پھیل گئی، اور وہ سب مسلمانوں میں مبغوض ہو گیا تو بہت نادم ہوا، اور کہنے لگا، کاش میں تکلیف اٹھا لیتا، اور حسین رضؓ کو اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھتا، اور ان کو اختیار دے دیتا کہ جو وہ چاہیں کریں، اگرچہ اس میرے اقتدار کو نقصان ہی پہنچتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کا اور ان کی قرابت کا یہی حق تھا، اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے، اس نے ان کو مجبور کر کے قتل کر دیا، حالاں کہ انہوں نے

یہ کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، یاکسی سرحدی مقام پر پہنچا دو، مگر اس نالائق نے قبول نہ کیا، اوران کو قتل کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں میں مجھے مبغوض کر دیا، ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج بو دیا۔ کہ ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھنے لگا، اللہ اس ابن مرجانہ پر لعنت کرے،

اہلِ بیت کی مدینہ کو واپسی

اس کے بعد جب یزید نے ارادہ کیا کہ اہل بیت اطہار کو مدینہ واپس بھیج دے تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لیے ان کے مناسبِ شان ضروریاتِ سفر مہیّا کریں، اور ان کے ساتھ کسی امانت دار متقی آدمی کو بھیجے، اور اس کے ساتھ ایک حفاظتی دستہ فوج کا بھیج دے جو اُن کو مدینہ تک بحفاظت پہنچا دے اور علی بن حسین رض کو رخصت کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ اللہ ابن مرجانہ پر لعنت کرے، بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو حسینؓ جو کچھ کہتے ہیں قبول کر لیتا، اور جہاں تک ممکن ہوتا تو اُن کو ہلاکت سے بچاتا، اگرچہ مجھے اپنی اولاد کو قربان کرنا پڑتا، لیکن جو مقدر تھا وہ ہو گیا، صاحب زادے تمہیں جب کوئی ضرورت ہو مجھے خط لکھنا، اور میں نے تمہارے ساتھ جانے والوں کو بھی یہ ہدایت کر دی ہے،

تنبیہ:۔ یزید کی یہ زود پشیمانی اور بقیہ اہل بیت کے ساتھ بظاہر اکرام کا معاملہ محض اپنی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے تھا یا حقیقت میں کچھ خدا کا خوف اور آخرت کا خیال آگیا، یہ تو علیم و خبیر ہی جانتا ہے اگر یزید

کے اعمال اور کارنامے اس کے بعد بھی سب سیاہ کاریوں ہی سے لبریز ہیں، مرتے مرتے بھی مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے لشکر بھیجے ہیں، اسی حال میں مرا ہے عاملہ اللہ بما ہو اہلہ (مولف)

اس کے بعد اہلِ بیت ان لوگوں کی حفاظت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں نے راستہ میں اہل بیت کی خدمت بڑی ہمدردی سے کی، رات کو ان کی سواریاں اپنے سامنے رکھتے تھے، اور جب کسی منزل پر اُترتے تو اُن سے علیحدہ ہو جاتے اور اپنے چاروں طرف پہرہ دیتے تھے، اور ہر وقت ان کی ضروریات کو دریافت کر کے پورا کرنے کا اہتمام رکھتے تھے، یہانتک کہ یہ سب حضرات اطمینان کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے،

وطن پہنچ کر حضرت حسین رضؓ کی صاحبزادی فاطمہ رضؓ نے اپنی بہن زینب رضؓ سے کہا کہ اس شخص نے ہم پر احسان کیا ہے، کہ سفر میں راحت پہنچائی ہمیں کچھ اس کو صلہ دینا چاہیئے، زینب رضؓ نے کہا اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا تو کچھ ہے نہیں، دونوں نے اپنے زیوروں میں سے دو کنگن اور دو بازو بند سونے کے نکالے اور ان کے سامنے پیش کیے، اور اپنی بے مائگی کا عذر پیش کیا، اس شخص نے کہا واللہ اگر میں نے یہ کام دنیا کیلئے کیا ہوتا تو میرے لیے یہ انعام بھی کم نہ تھا، لیکن میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے جو کہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مجھ پر عائد ہوتا ہے،

آپ کی زوجہ محترمہ کا غم و صدمہ اور انتقال

حضرت حسین رضؓ کی زوجہ محترمہ رباب بنت امری القیس بھی آپ کے

ساتھ اسی سفر میں تھیں، اور شام بھیجی گئیں، پھر سب کے ساتھ مدینہ پہنچیں، تو باقی عمر اسی طرح گذار دی، کہ کبھی مکان کے سایہ میں نہ رہتی تھیں، کوئی کہتا کہ دوسری شادی کر لو تو جواب دیتی تھیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی کو اپنا خسر بنانے کے لیے تیار نہیں، بالآخر ایک سال بعد وفات ہو گئی،

حضرت حسینؓ اور ان کے اصحاب کے قتل کی خبریں مدینہ میں پہنچیں، تو پورے مدینہ میں کہرام تھا، مدینہ کے در و دیوار رو رہے تھے، اور جب خاندان اہل بیت کے یہ بقیہ نفوس مدینہ پہنچے، تو مدینہ والوں کے زخم از سر نو تازہ ہو گئے،

عبداللہ بن جعفر کو اُن کے دو بیٹوں کی تعزیت

جس وقت عبداللہ بن جعفرؓ کو یہ خبر ملی کہ ان کے دو بیٹے بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ شہید ہو گئے، تو بہت لوگ اُن کی تعزیت کو آئے۔ ایک شخص کی زبان سے نکل گیا، کہ ہم پر یہ مصیبت حسینؓ کی وجہ سے آئی ہے، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو غصہ آگیا، اس کو جوتہ پھینک کر مارا، کہ کم بخت تو یہ کہتا ہے، واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں بھی اُن کے ساتھ قتل کیا جاتا، واللہ آج میرے بیٹوں کا قتل ہی میرے لیے تسلی ہے کہ اگر میں حسینؓ کی کوئی مدد نہیں کر سکا تو میری اولاد نے یہ کام کر دیا۔

واقعہ شہادت کا اثر قضائے آسمانی پر

عام مورخین ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت

کے بعد دو تین مہینہ تک فضا کی یہ کیفیت رہی کہ جب آفتاب طلوع ہوتا اور دھوپ در و دیوار پر پڑتی تو اتنی سرخ ہوتی تھی جیسے دیواروں کو خون لپیٹ دیا گیا ہو،

شہادت کے وقت آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا گیا

بیہقی نے دلائل میں بسند روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ پراگندہ بال پریشان حال ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا ہے فرمایا! حسین رضؓ کا خون ہے، میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا، حضرت عباسؓ نے اسی وقت لوگوں کو خبر دے دی تھی کہ حسینؓ شہید ہو گئے، اس خواب سے چند روز کے بعد حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی اطلاع پہنچی، اور حساب کیا گیا تو ٹھیک وہی دن اور وہی وقت آپ کی شہادت کا تھا،

اور ترمذی نے سلمی سے روایت کیا ہے، کہ وہ ایک روز ام سلمہ رضؓ کے پاس گئیں، تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ میں ابھی حسینؓ کے قتل پر موجود تھا، (تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ)

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسینؓ کے قتل پر میں نے جنات کو روتے دیکھا ہے،

حضرت حسین رضؓ کے بعض حالات وفضائل

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵ شعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تحنیک فرمائی یعنی کھجور چبا کر اس کا رس اُن کے منہ میں ڈالا، اور کان میں اذان دی، اور اُن کے لیے دعا فرمائی، اور حسینؓ نام رکھا، ساتویں روز عقیقہ کیا، آپ بچپن ہی سے شجاع و دلیر تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارہ میں فرمایا:۔

حسین منی وانا من حسین	حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسین سے
اللھم احب حُسیناً، اخرجہ	یا اللہ جو حسینؓ کو محبوب رکھے تو اسے
الحاکم فی المستدرک (اسدالغابہ)	محبوب رکھ،

ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلی، ابن عساکر ائمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

من سرہ ان ینظر الی رجل من	جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے
اھل الجنۃ وفی لفظ سید شباب	یا یہ فرمایا کہ نوجوان اہل جنت کے سردار
اھل الجنۃ فلینظر الی حسین بن	کو دیکھے وہ حسینؓ بن علیؓ کو دیکھ لے،
علی، ر	

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں تشریف رکھتے تھے، فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے (یعنی حسینؓ) حسینؓ
آ گئے اور آپ کی گود میں گر پڑے، اور آپ کی ڈاڑھی میں انگلیاں ڈالنے لگے،
آپ نے حسینؓ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا، یا اللہ میں حسینؓ سے محبت کرتا ہوں
آپ بھی اس سے محبت کریں، اور اس شخص سے بھی جو حسینؓ سے محبت کرے،

ایک روز ابن عمرؓ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ حضرت
حسینؓ سامنے سے آ رہے ہیں، ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہلِ آسمان
کے نزدیک سارے اہلِ زمین سے زیادہ محبوب ہیں،

حضرت حسینؓ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش
کرنے والے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لیے کسی کی حاجت پوری
کرنا میں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں،

حضرت حسینؓ کی زرّین نصیحت

فرمایا کہ لوگ اپنی حاجات تمہارے پاس لائیں تو اس سے ملول نہ ہو
کیونکہ اُن کے حوائج تمہاری طرف یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اگر تم اس سے
ملول و پریشان ہو گے تو یہ نعمت مبدل بہ قہر ہو جائے گی، (یعنی تمہیں لوگوں
کا محتاج کر دیا جائے گا، کہ تم ان کے دروازں پر جاؤ)

حضرت حسینؓ ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے،

"یا اللہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مجھے شکر گذار نہ پایا میری
آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا، مگر اس پر بھی آپ نے اپنی نعمت

مجھ سے سلب کی، اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا، یا اللہ کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضہ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے، اور ان کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے، اور ان کی صحبت میں رہے، یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس کے بعد اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ وہ امارت چھوڑ کر مدینہ چلے آئے، تو آپ بھی اُن کے ساتھ مدینہ میں آ گئے، اور جب تک بیعتِ یزید کا فتنہ شروع نہیں ہوا مدینہ ہی میں مقیم رہے،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں آپ کے اہل بیت کے تینتیس حضرت شہید ہوئے (اسعاف الراغبین)

قاتلانِ حسینؓ کا عبرتناک انجام

چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کند

جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے، اور پانی پینا چاہتے تھے، کہ کم بخت حصینؓ بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بد دعا نکلی کہ:-

---

ؓ بعض اہل تاریخ نے دوسرا نام ذکر کیا ہے ۱۲ ش

"یا اللہ رسول اللہؐ کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جارہا ہے
میں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں، یا اللہ ان کو چُن چُن کر قتل
کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے، ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ"،

اوّل تو ایسے مظلوم کی بد دعا، پھر سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت میں شبہ کیا تھا، دعا قبول ہوئی، اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بُری طرح مارے گئے،

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتلِ حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا، جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو، کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا، یا مسخ ہو گیا، یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے، اور ظاہر ہے کہ یہ اُن کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے، جو لوگوں کی عبرت کے لیے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے،

قاتلِ حسینؓ اندھا ہو گیا

سبط ابن جوزیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؓ کے قتل میں شریک تھا، وہ دفعتاً نابینا ہو گیا، تو لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں، ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے، اور اس پر قاتلانِ حسینؓ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں، اس کے بعد آپ نے مجھے

ڈانٹا، اور خونِ حسین رضؓ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی، میں صبح اٹھا تو اندھا تھا، (اسعاف)

مُنہ کالا ہو گیا

نیز ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضؓ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اُسے دیکھا گیا کہ اس کا مُنہ کالا تارکول ہو گیا، لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہوا، اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا، جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں، اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں، اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے، اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا،

آگ میں جل گیا

نیز ابن جوزی نے سُدّی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی، مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہُوا اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی، اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا، میرا کچھ بھی نہیں بگڑا یہ شخص مجلس سے اُٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتّی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھُن کر رہ گیا، سُدّی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا،

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی، پانی کتنا ہی پی جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا،

ہلاکت یزید

شہادتِ حسین رض کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا، تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا،

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلانِ حسین رض کی عبرتناک ہلاکت

قاتلانِ حسین رض پر طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی، واقعۂ شہادت سے پانچ ہی سال بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلانِ

حسینؓ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا، تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے سے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا اس نے اعلانِ عام کر دیا کہ قاتلانِ حسین رضؓ کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے، اور قاتلانِ حسین رضؓ کی تفتیش و تلاش پر پوری قوت خرچ کی، اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا، ایک روز میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتلِ حسینؓ میں شریک تھے، اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاش اور گرفتاری شروع ہوئی،

عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا، پیاس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑا، ذبح کر دیا گیا،

شمر ذی الجوشن جو حضرت حسینؓ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا انہوں نے رحم کی درخواست کی، مختار نے کہا، ظالمو! تم نے سبطِ رسول اللہ پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے، سب کو قتل کیا گیا، اور مالک بن بشیر نے حضرت حسینؓ کی ٹوپی اٹھائی تھی، اس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا، تڑپ تڑپ کر مر گیا،

عثمان بن خالد اور بشر بن شمیط نے مسلم بن عقیلؓ کے قتل میں اعانت کی تھی، ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا،

عمرو بن سعد جو حضرت حسین رضؓ کے مقابلہ پر لشکر کی کمان کر رہا تھا،

اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا، اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا تھا جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفصؓ سے کہا تو جانتا ہے، یہ سر کس کا ہے، اس نے کہا ہاں، اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں، اس کو بھی قتل کر دیا گیا، اور مختار نے کہا عمرو بن سعد کا قتل تو حسینؓ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسینؓ کے بدلہ میں، اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی، اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں، تو حضرت حسینؓ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا،

حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا تھا، اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، اسی میں ہلاک ہوا،

زید بن رفاد نے حضرت حسینؓ کے بھتیجے مسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادے عبد اللہ رضہ کے تیر مارا، اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی، تیر پیشانی پر لگا، اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھ گیا، اس کو گرفتار کر کے اوّل اس پر تیر اور پتھر برسائے گئے، پھر زندہ جلا دیا گیا،

سنان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا، اس کا گھر منہدم کر دیا گیا،

قاتلانِ حسین رضہ کا یہ عبرتناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی ہے،

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون،	عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے،

مرقع عبرت

عبدالملک بن عمیر لیثی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصر امارت میں حضرت حسین رض کا سر عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا، پھر اسی قصر میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا، پھر اسی قصر میں مختار کا سر کٹا ہوا مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا، پھر اسی جگہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے دیکھا، میں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا، تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہو گیا (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوہریرہ رض کو شاید اس فتنہ کا علم ہو گیا تھا، وہ آخر عمر میں یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں، ساٹھویں سال اور نوعمروں کی امارت سے ہجرت کر کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

نتائج و عبر

واقعہ شہادت کی تفصیل آپ نے سنی، اس میں ظلم و جور کے طوفان دیکھے، ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا، دیکھنے والوں نے یہ محسوس کیا کہ ظلم و جور اور فسق و فجور ہی کامیاب ہے، مگر آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہ سب طلسم تھا جو آنکھ جھپکنے میں ختم ہو گیا، اور دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا، کہ ظلم و جور کو فلاح نہیں، ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی جان پر

ظلم کرنا ہے ۔

پنداشت ستمگر کہ ستم برما کرد ! ؎
برگردنِ وے بماند و برما بگذشت ؎

اور یہ کہ جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا تھا وہ درحقیقت آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے، گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے، اور صدیاں گذر گئیں، کروڑوں انسان ان کے نام پر مرتے ہیں، اور اُن کے نقشِ قدم کی پیروی کو پیغام حیات سمجھتے ہیں، آیت اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْن، ایک محسوس حقیقت ہوکر سامنے آگئی، کہ حق و باطل کے معرکہ میں آخری فتح اور کامیابی حق کی ہوا کرتی ہے،

اس میں عام لوگوں کے لیے اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو حکومت و اقتدار کے نشہ میں مست ہوکر ظلم و عدل سے قطع نظر کر لیں بڑی نشانیاں ہیں،

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ،

معرکۂ حق و باطل میں کسی وقت حق کی آواز دب جائے اہلِ حق شکست کھا جائیں، تو یہ بات نہ حق کے حق ہونے کے خلاف ہے، نہ باطل کے باطل ہونے کے منافی، دیکھنا انجام کار کا ہے کہ آخر میں حق پھر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے،

اُسوۂ حسینی

آخر میں پھر اس کلام کا اعادہ کرتا ہوں جو اس کتاب کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حُبِّ اہلِ بیت اظہار جزو ایمان ہے، ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھُلانے کے قابل نہیں، حضرت حسین رضؓ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور دردانگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج و غم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں، لیکن ان کی سچّی اور حقیقی محبت و عظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی تاثر، یہ نہیں کہ سارے سال خوش و خرم پھریں، کبھی اُن کا خیال بھی نہ آئے، اور صرف عشرۂ محرم میں واقعہ شہادت سُن کر رولیں، یا ماتم برپا کرلیں، یا تعزیہ داری کا کھیل تماشہ بنائیں، سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگرچہ سردی پڑ رہی ہو کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو شہدائے کربلا کے نام کی سبیل کا ڈھونگ بنایا جائے، بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کے لیے انہوں نے یہ قربانی دی اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی ہمت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں، ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی کو سعادت دنیا و آخرت سمجھیں، وہ مقصد اگر آپ نے اس رسالہ کو اور اس میں حضرت حسین رضؓ کے ارشادات اور خطبات کو بغور پڑھا ہے تو اس کے متعین کرنے میں آپ کو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ملے گی، میں یاد دہانی کے لیے پھر آپ کے کچھ کلمات کا اعادہ کرتا ہوں:۔

حضرت حسینؓ نے کس مقصد کے لیے قربانی پیش کی

اس رسالہ کے صفحہ ۲۶ پر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا جو اہل بصرہ کے نام لکھا تھا جس کے چند جملے یہ ہیں :۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جا رہی ہیں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو" (کامل ابن اثیر ص ۹ ج ۴)

فرزدق شاعر کے جواب میں جو کلمات کوفہ کے راستے میں آپ نے ارشاد فرمائے اس کے چند جملے رسالہ ہذا کے صفحہ ۵۱ پر یہ ہیں :۔

"اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر کریں گے اور ہم شکر ادا کرنے میں بھی اسی کی اعانت طلب کرتے ہیں کہ ادائے شکر کی توفیق دی اور اگر تقدیر الٰہی مراد میں حائل ہو گئی تو اس شخص کا کچھ قصور نہیں جس کی نیت حق کی حمایت ہو اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہو" (ابن اثیر)

صفحہ ۷۰ میں میدان جنگ کے خطبہ کے یہ الفاظ غور سے پڑھیے جس میں ظلم و جور کے مقابلہ کے لیے محض اللہ کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر ہے صفحہ ۷۴ پر میدان جنگ کا تیسرا خطبہ اور اس کے بعد حر بن یزید کے جواب میں ایک صحابی کے اشعار مکرر غور سے پڑھیے جس کے چند جملے یہ ہیں :۔

"موت میں کسی جوان کیلئے عار نہیں جبکہ اس کی نیت خیر اور مسلمان ہو کر جہاد کر رہا ہو"

صفحہ ۴۷ پر ملیں میدان کارزار میں صاحبزادہ علی اکبرؓ کا حضرت حسینؓ کا خواب سن کر یہ کہنا کہ "ابا جان کیا ہم حق پر نہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگانِ خدا کا رجوع ہے بلاشبہ ہم حق پر ہیں" اس کو مکرر پڑھیئے۔

صفحہ ۴۸ پر اہل بیت کے سامنے آپ کے آخری ارشادات کے یہ جملے پھر پڑھیئے۔

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا اور ہمیں کان آنکھ اور دل دیئے جس سے ہم آپ کی آیات سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی ہمیں آپ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرما لیجیئے"

ان خطبات اور کلمات کو سننے پڑھنے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جہاد اور حیرت انگیز قربانی اپنی حکومت و اقتدار کیلئے تھے، بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو اس مقدس ہستی کی عظیم الشان قربانی کو ان کی تصریحات کے خلاف بعض دنیوی عزت و اقتدار کی خاطر قرار دیتے ہیں، حقیقت وہی ہے جو شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا جہاد صرف اس لیے تھا کہ،

۱ ..... کتاب و سنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں،

..... اسلام کے نظام عدل کو از سر نو قائم کریں،

..... اسلام میں خلافت نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں،

..... حق کے مقابلہ میں نہ زور و زر کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان و مال اور اولاد کی محبت اس راستہ میں حائل ہو،

..... خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں،

اور اسی پر ہر حال میں توکل واعتماد ہو، اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے شکر گذار بندے ثابت ہوں،

کوئی ہے جو جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کربلا، شہید جور وجفا کی اس پکار کو سُنے اور اُن کے مشن کو ان کے نقش قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہو ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے،

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام اور اہل بیت اطہار کی معیت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے،

اللّٰھُمَّ رَبَّنَا ارزقنا من حبك وحب رسولك وحب اهل بيته الاطهار واصحابه الابرار ما تحول به بيننا وبين معاصيك و صلى الله تعالىٰ على خير خلقه وصفوة رسوله محمّد وعلى صحبه و اهل بَيته ولاسيما سيدا شباب اهل جنة الحسن والحسين رضى الله عنهما واخر دعوانا اَنِ الحمد لله رب العالمين،

العبد الضعيف

مفتی محمد شفیع کان اللہ لہٗ

عاشوراء سنہ ۱۳۸۳ھ

صدر مجلس منتظمہ دار العلوم کراچی

سیرت

خلفائے راشدین رض

مؤلفہ مولانا عبدالشکور لکھنوی

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص شاگردوں یعنی چاروں خلفاء کے حالات وخصائل وکمالات مذہبی اور سیاسی کارناموں اور غزوات وفتوحات کا مفصل بیان نہایت جامعیت کے ساتھ صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں کیا گیا ہے،

اس موضوع پر لکھی ہوئی تمام کتابوں میں اس تالیف کو ایک امتیازی شان اور خاص مقام حاصل ہے، فاضل مؤلف ردّ شیعیت کے میدان میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں، اس کتاب میں بھی اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ جن روایات وواقعات سے اہل تشیع کو اپنے مسلک کی تاویل اور اہل سنت پر اعتراض کا موقع ملتا ہو ان روایات کی تشریح صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں کر دی جائے تاکہ حق پر باطل کو یورش کا موقع نہ رہے، حضرات خلفائے راشدین رض کے صحیح حالات جاننے کے لیے قابلِ دید کتاب ہے،

قیمت مجلد

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی